میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ ایک نہ ایک دن میں ضرور اپنی کھوئی ہوئی شکتی دوبارہ حاصل کرلوں گا۔ چنانچہ میں اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے گیان دھیان میں لگا رہتا اور اسی گیان دھیان میں دو ماہ یوں گزر گئے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔ اس عرصے میں لاجونتی میری برابر خدمت کرتی رہی۔ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ وہ ایک دیوداسی ہے اور ہندو رواج کے مطابق دیوداسی اس عورت کو کہا جاتا ہے جسے مندروں کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ دیوداسیوں کا کام وہاں ناچنا گانا اور خصوصاً بھجن گانا ہوتا ہے۔ کسی دیوداسی کو بیاہ رچانے کی اجازت نہیں ہوتی اس کا کام خدمت کرنا ہوتا ہے۔

لاجونتی کو کیوں کر مندر کی بھینٹ چڑھایا گیا تھا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ نہ ہی مجھے اس بات کی کوئی فکر تھی کہ وہ کیوں ہر وقت سائے کی طرح میرے ساتھ لگی رہتی ہے۔ بلاشبہ اس کا شمار دنیا کی حسین ترین لڑکیوں میں کیا جاسکتا تھا۔ وہ نرملا کی طرح حسین تھی۔

اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک اور اس کے ہونٹوں پر ہوس انگیز مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ مجھے اس کی اس خدمت اور بھگتی نے بہت متاثر کیا۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے تھے جب میں محبت اور ہمدردی کی ایک نظر کے لئے تڑپا کرتا تھا۔ لاجونتی تو ہر وقت میرے اشارے کی منتظر رہا کرتی تھی لیکن میں ماضی سے بہت کچھ سیکھ چکا تھا۔ اب میرے لئے یہی مناسب تھا کہ لاجونتی کی جانب کسی قسم کا جذباتی خیال لائے بغیر گیان دھیان میں لگا رہوں۔ میں نے اس سے ہمیشہ سخت لہجے میں گفتگو کی اور گنیش دیوتا کی پوجا میں مصروف رہا۔ ایک روز ایک ایسا واقعہ پیش جس نے میرے دل میں لاجونتی کے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا کردیا۔ اس رات پورن ماشی کا چاند نیلے آکاش پر چمک رہا تھا۔ مندر کے اندر بھجن گایا جارہا تھا۔ تمام پنڈت پجاری اور سادھو اپنے اپنے حال میں مست تھے۔ میں اپنی کٹی میں مرگ چھالے پر جسے میں نے کیلاش ناتھ سے حاصل کیا تھا، بیٹھا موہن لال کے بتائے ہوئے ایک منتر کا جاپ کررہا تھا کہ میں لاجونتی کی چیخ سن کر چونک اٹھا۔ ہرچند کہ میں مندروں کی اس بستی میں رہتے رہتے یہ بات اچھی طرح جان گیا تھا کہ دیوداسیوں کے ساتھ سادھوؤں، پجاریوں اور پنڈتوں کا کیا برتاؤ ہوتا ہے لیکن اس وقت نہ جانے کیوں لاجونتی کی چیخ پکار کی آواز سن کر میں غصے کی حالت میں مرگ چھالے سے اٹھ کھڑا ہوا اور لپک کر کٹی سے باہر نکل کر اس کی سمت چلا جدھر سے لاجونتی کی چیخ کی آواز آئی تھی۔ کوئی پُراسرار طاقت مجھے اس جانب کھینچے لے جارہی تھی۔ میں تیز تیز قدم آگے بڑھتا رہا پھر ایک بڑی کٹی کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ یہ کٹی جس کے سامنے رکا تھا بڑے مندر کے مہان پجاری کیلاش ناتھ کی تھی جو اس وقت غالباً بھنگ یا تاڑی کے نشے میں چور لاجونتی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے درپے تھا۔ اندر سے لاجونتی کی آواز ابھر کر میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ کیلاش ناتھ سے کہہ رہی تھی۔

''دیا کرو مہاراج، میری اجت کو داغ نہ لگاؤ۔ میں ہاتھ جوڑ کر تمہاری بنتی کرتی ہوں۔''



''مورکھ۔'' کیلاش ناتھ کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز ابھری۔ ''تجھے خوش ہونا چاہئے کہ مجھ جیسا مہان پجاری آج تیری سندرتا اور کومل شریر کو سویکار کررہا ہے۔''

''نہیں ...... نہیں ...... یہ پاپ ہے۔ چھوڑ دو مجھے مہاراج۔ میں ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتی ہوں کہ مجھے برباد نہ کرو۔''

''لاجونتی تو یہ کیوں بھول رہی ہے کہ تو ایک دیوداسی ہے۔'' پجاری کرخت لہجے میں غرایا اور پھر اندر سے کچھ ایسی آوازیں سنائی دیں کہ میں ضبط نہ کرسکا اور بے دھڑک اندر چلا گیا۔

کٹی کے اندر جلتے ہوئے دیئے کی روشنی میں، میں نے جو کچھ دیکھا، وہ میرے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ کیلاش ناتھ اس سمے راکھشش کے روپ میں لاجونتی کو نوچ کھسوٹ رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ لاجونتی کو دھکا دے کر اٹھا اور بڑے خونخوار انداز میں میری طرف بڑھا۔

''کرشن کمار، تم اس سمے میری کٹی میں کیوں آئے ہو؟''

''میں لاجونتی کی چیخ پکار سن کر ادھر آگیا تھا۔'' میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا تو پجاری غصے سے سرخ ہوگیا اور گرج کر بولا۔

''کرشن کمار، اگر تمہیں اپنا جیوان پیارا ہے تو تم ترنت (جلدی) میری کٹی سے باہر چلے جاؤ۔ نہیں تو میں تمہیں ایسا شراپ دوں گا کہ جیون بھر یاد رکھو گے۔''

''کسی کمزور ناری پر ہاتھ اٹھانا بلوانوں کو شوبھا نہیں دیتا مہاراج۔'' میں روانی میں کہہ گیا۔ ''منش تو وہ بلوان کہلاتا ہے جو پتھروں کو موم بنادے اور ......''

''اور اب شاید تیرا سمے پورا ہوچکا ہے جو تو کیلاش ناتھ کے سامنے بولنے کی ہمت کررہا ہے۔'' کیلاش ناتھ سرتاپا لرز کر بولا۔ غصے کی شدت میں اس کے منہ سے جھاگ ابل رہی تھی۔ اس کی شعلہ بار آنکھیں مجھے اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہورہی تھیں۔

معاً مجھے خیال آیا کہ میں نے اس سمے بڑے پجاری کی کٹی میں آکر اچھا نہیں کیا۔ ایسی صورت میں جب کہ دیوی مجھ سے ناراض تھی، میرا کسی دیوداسی کے معاملے میں دلچسپی لینا دیوی کی ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے پھر میرے اندر اتنی شکتی بھی نہیں تھی کہ میں نشے میں دھت ہوئے اس لمبے تڑنگے پجاری کے جنتر منتر کے سامنے ٹھہر سکتا۔ جس نے خود کو سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری موہن لال کا چیلا ظاہر کیا تھا مگر مجھے حیرت تھی کہ کیلاش ناتھ جو ایک بڑے پجاری کی حیثیت سے مشہور تھا، وہ اچانک اتنی ذلیل اور مذموم حرکت پر کیوں اتر آیا۔ دیوداسیاں مندروں میں عموماً بڑے سکھ سے رہتی ہیں۔ اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو دیوداسی کی ایما ضرور اس میں شامل ہوتی ہے مگر یہ کیا بات ہے کہ کیلاش ناتھ نے اپنی عزت اور عظمت کا خیال نہ کیا اور لاجونتی پر ہاتھ ڈال دیا۔ یقیناً لاجونتی کی چیخ و پکار مندر کے دوسرے پجاریوں نے بھی سنی

ہوگی۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف لاجونتی کی حسرت بھری نظریں میرے سامنے تھیں اور دوسری طرف کیلاش ناتھ کے بگڑنے کی صورت میں بھیانک مستقبل میرا منتظر تھا۔ مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا تو میں نے جلدی سے پجاری سے کہا۔

"پجاری مہاراج، مجھ سے بڑی بھول ہوئی جو اس سمے میں تمہاری کٹی میں آ گیا۔ مجھے شما کر دو۔" اتنا کہہ کر میں واپسی کے ارادے سے گھوما ہی تھا کہ لاجونتی دوڑ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی اور بنتی (خوشامد) کرنے لگی۔

"کرشن کمار مہاراج۔ دیا کرو مجھ ابھاگن پر..... مجھے اس راکھشش سے بچا لو۔ میں پاربتی دیوی کے پوتر اور شبھ نام پر تم سے کرپا کی بھکشا مانگتی ہوں۔"

"کلنکنی۔" قبل اس کے کہ میں لاجونتی کو کوئی جواب دیتا۔ کیلاش ناتھ غضب ناک آواز میں چلایا۔ تو نے میرے ہوتے ہوئے ایک اپرادھی سے دیا کی بھیک مانگ کر میرا اپمان کیا ہے۔ میں تجھے کبھی شما نہیں کروں گا۔"

"کیلاش ناتھ۔" میں دبی زبان میں بولا۔ "لاجونتی نے دیوی کے نام پر مجھ سے دیا مانگی تھی اس لئے تمہیں غصے میں لال پیلا نہیں ہونا چاہیے۔"

لاجونتی بدستور میرے قدموں سے لپٹی سسک رہی تھی۔ میں بڑے پجاری کو جواب دے کر واپسی کے ارادے سے پلٹا تو لاجونتی کی گرفت میری ٹانگوں پر اور مضبوط ہوگئی۔ وہ تڑپ کر بولی۔

"مہاراج، کیا تم دیوی کے نام پر بھی میری کوئی سہانتا (مدد) نہیں کرو گے۔"

"سہانتا اور یہ کرے گا۔" کیلاش ناتھ نشے میں جھوم کر حقارت سے قہقہہ لگاتا ہوا میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "کرشن کمار، گرو دیو کی آ گیا تھی کہ میں تمہارا دھیان رکھوں۔ پرنتو تم نے میرے معاملے میں ٹانگ پھنسا کر بہت برا کیا۔ میں تمہیں اس کی سزا اوش دوں گا۔"

میں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ لاجونتی سے چھٹکارا حاصل کر کے بڑے پجاری کی کٹی سے باہر چلا جاؤں لیکن اپنی کوشش کے کامیاب ہونے سے پہلے کیلاش ناتھ نے لاجونتی کو میری ذات سے منسوب کرتے ہوئے ایک ایسی گندی بات کہہ دی جس سے میرا سویا ہوا ضمیر جاگ اٹھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک بار پھر میری رگوں میں خون کے بجائے لاوا دوڑ رہا ہے۔ میں نے قہر بھری نظروں سے بڑے پجاری کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیلاش ناتھ سمے کی بات ہے جو تم میرے اوپر آنکھیں نکال رہے ہو۔ اتنا یاد رکھو کہ حالات سدا ایک سے نہیں رہتے۔"

جواب میں کیلاش ناتھ نے پھر وہی گالی بکی تو میں آپے سے باہر ہوگیا۔ "اپنی گندی زبان کو روکو



کیلاش ناتھ۔ نہیں تو تمہیں پچھتانا ہوگا۔" میں نے گرجتے ہوئے کہا۔

"اچھا....." کیلاش ناتھ نے سرد لہجے میں کہا پھر اس کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے۔

میں اپنی جگہ پر کسی آہنی چٹان کی طرح ڈٹا کھڑا رہا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ بڑا پجاری کسی منتر کا جاپ کر رہا ہے اور اب وہ مجھے کشٹ دینے کی کوشش کرے گا لیکن اس کے باوجود میں نے نامردوں کی طرح وہاں سے جان بچا کر بھاگنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ دل ہی دل میں پاربتی کو یاد کرنے لگا۔

بڑا پجاری کچھ دیر تک منہ ہی منہ میں بدبداتا رہا پھر اس نے تیزی سے نیچے جھک کر کچے فرش سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس پر منتر پھونک کر میری سمت اچھال دی۔

کٹی میں بجلی کا کڑکا سنائی دیا پھر مٹی کے ذرات دہکتی ہوئی چنگاریوں کا روپ دھار کر میری طرف بڑھنے لگے قبل اس کے کہ وہ میرے شریر تک پہنچ کر مجھے کوئی کشٹ دیتے کہ اچانک صندلی خوشبو کا تیز جھونکا میری ناک سے چھو کر گزر گیا اور پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں لرز گیا۔

دہکتی ہوئی چنگاریوں نے صندلی خوشبو کے آتے ہی اپنا رخ تیزی سے کیلاش ناتھ کی طرف پھیر لیا تھا۔ کیلاش ناتھ جو شکتی اور غالباً تاڑی کے نشے میں سرشار تھا سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ چنگاریوں کی لپیٹ میں آ گیا اور زمین پر گر کر بڑی اذیت ناک حالت میں لوٹ لگانے لگا۔ چنگاریاں اس کے سارے جسم کو جھلسا کر غائب ہو چکی تھیں۔ وہ کٹی کے فرش پر یوں تڑپ تڑپ کر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے شدید کرب کی حالت سے دوچار ہو۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی اور اچانک ہوا تھا کہ میں ششدر رہ گیا مگر جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس وقت قوت کی عظیم دیوی پاربتی نے میری مدد کی تھی۔ اگر نہ کی ہوتی تو کٹی میں اس سمے کیلاش ناتھ کی جگہ میں زمین پر پڑا تڑپ رہا ہوتا۔ اس خیال سے کہ پاربتی دیوی نے ایک بار پھر میرے اوپر کرپا کی ہے، میں خوشی سے سرشار ہو کر وہیں زمین پر بیٹھ گیا اور پاربتی کے شبھ نام پر ڈنڈوت کرنے لگا۔ آنکھیں بند کئے سر کو زمین سے لگائے میں نہ جانے کتنی دیر تک مہان دیوی کے نام کی مالا جپتا رہا۔ میرے دل و دماغ پر اس وقت ایک عجیب وجدانی کیفیت طاری تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین بڑی تیزی کے ساتھ میرے نیچے سے نکلے جا رہی ہے لیکن مجھے ان باتوں سے زیادہ پاربتی کا دھیان تھا جس نے مین وقت پر مجھے کیلاش ناتھ کے چنگل سے نجات دلائی تھی۔

ابھی میں اسی کیفیت سے دوچار تھا کہ کسی نے میرا نام لے کر مجھے اٹھنے کو کہا۔ آواز میری جانی پہچانی تھی اس لئے میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے ہی لمحے مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس سمے نہ تو میرے سامنے کیلاش ناتھ اور نہ لاجونتی اور نہ ہی وہ کٹی تھی جہاں میں نے پاربتی کے

نام پر ڈنڈوت کیا تھا بلکہ اس وقت میں ایک کھلی جگہ پر موجود تھا جہاں ہر طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ چند لمحوں کے لئے میں یہ بھی بھول گیا کہ کسی کے آواز دینے پر میں نے آنکھیں کھولی تھیں۔

''اتنے بیاکل کیوں نظر آ رہے ہو کرشن کمار؟''

دوسری بار جب اسی آواز نے مجھے مخاطب کیا تو میں اچھل پڑا۔ میں نے تیزی سے گھوم کر دیکھا تو گنیش دیوتا اپنی لمبی سونڈ آسمان کی جانب اٹھائے میرے سامنے موجود تھے۔ میں ہکا بکا کھڑا گنیش دیوتا کو دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے پھر مجھے مخاطب کیا۔

''کرشن کمار، تمہیں اس کٹی سے نکال دیا گیا ہے۔''

''گنیش دیوتا۔'' میں نے حیرت سے گنیش دیوتا کا نام لیا اور ان کے چرن چھوئے تو وہ مسکرانے لگے۔

''مجھے شما کر دو دیوتا۔ میں پاربتی کے شبھ نام پر تم سے شما کی بھکشا مانگتا ہوں۔''

''شما۔'' گنیش دیوتا مسکرائے۔ ''شما تو دیوی ہی کرے گی۔ تم دیوی کے اپرادھی ہو اور مجھے معلوم ہے کہ تمہاری پرکشا ابھی پوری نہیں ہوئی۔''

''میں دیوی کے شبھ نام پر بڑی سے بڑی کٹھنائیاں جھیل سکتا ہوں۔''

''اگر تمہاری پرکشا یہی رہی تو تم اپنی پرکشا میں ضرور سپھل (کامیاب) ہو گے اور جو تم نے کھو دیا ہے پراپت کر لو گے۔ پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ پجاری اور سیوک بننے کے لئے اپنے من کو مارنا پڑتا ہے اس کے بنا منش، منش ہی رہتا ہے۔''

''دیوی کے کارن تو میں اپنا جیون بھی بھینٹ دے سکتا ہوں۔'' میں نے جذباتی انداز سے کہا پھر دبی زبان میں گنیش دیوتا کو مخاطب کر کے بولا۔ ''مہان دیوتا، کیا تم میری ایک اچھا پوری کرو گے۔''

گنیش دیوتا نے مسکرا کر مجھے دیا کی نظروں سے دیکھا تو میں نے کہا۔

''مم...... میں...... میں ایک باری دیوی کے درشن چاہتا ہوں۔''

''کرشن کمار، تم بھول رہے ہو کہ دیوی نے مجھے اپنے پوتر شریر کے میل سے جنم دیا ہے۔ دیوی میرے لئے بھی دیوی سمان ہے۔'' گنیش دیوتا نے پاربتی سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''تم دیوی کے درشن کے پیاسے ہو تو اپنی لگن میں لگے رہو۔ دیوی تمہاری بھگتی کو پھر سویکار کر لے گی۔''

''کیا یہ ممکن نہیں مہاراج کہ دیوی ایک پل کے لئے مجھے درشن دے دے۔'' میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

''کرشن کمار، ابھی دیوی کا درشن مشکل ہے۔ دیوی کے درشن سے پہلے ابھی تم کو ایک اور پرکشا



سے گزرنا ہو گا۔''

''مہاراج۔ میں دیوی کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔'' میں نے عجز سے کہا۔ ''مجھے بتاؤ میں دیوی کے درشن کیسے کر سکتا ہوں۔''

''دیوی کی آگیا پر تمہیں ایک بار پھر سونا گھاٹ جانا ہو گا جہاں سے تمہارے ہردے میں دیوی کی لگن پیدا ہوئی تھی۔''

سونا گھاٹ کے نام پر میں چونکا تو گنیش دیوتا اپنی لمبی سونڈ ہلا کر بولے۔

''میں جانتا ہوں کہ اس سمے تم کس وچار میں گم ہو؟ پرنتو تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ دیوی نے تمہیں اس بات کا وچن دیا ہے کہ جب تک کشٹ پورا نہیں ہوتا۔ موہن لال تمہیں کوئی کشٹ نہیں پہنچا سکتا۔''

''مجھے سونا گھاٹ جا کر کیا کرنا ہو گا۔''

''دیوی کی آگیا کے انوسار تمہیں سونا گھاٹ جا کر پجاری موہن لال سے ملنا ہو گا اور پھر جو کچھ موہن لال کہے وہ کرنا ہو گا۔ پرنتو یہ سوچ لو کہ اگر تم اس پرکشا میں اسپھل ہوئے تو دیوی تمہیں کبھی شما نہیں کرے گی۔''

''کیا یہ دیوی کا حکم ہے گنیش مہاراج؟'' میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

''ہاں۔'' گنیش دیوتا نے صرف اتنا کہا۔

''میں دیوی کی آگیا کا پالن کرنا دھرم سمجھتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مجھے تمہارے ہردے کا پتا ہے کرشن کمار۔'' گنیش دیوتا نے اپنی سونڈ ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اور میں تمہیں اتنی شکتی اوش دان کر دوں گا جس سے تمہارے من کی لگن میں اور بھاؤنا آئے گی۔ پر کرشن کمار، اس بار تم نے میری دان کی ہوئی شکتی سے من کو اجلا نہ کیا تو پھر تمہیں کوئی شما نہیں کرے گا۔''

''میں پہلے ہی بہت کشٹ اٹھا چکا ہوں مہاراج۔ اب میری آنکھیں کھل چکی ہیں اس لئے مجھ سے اب کوئی بھول نہ ہو گی۔''

''اچھا...... اب سدھارو کرشن کمار۔ میرا آشیرواد تمہارے ساتھ ہے۔'' گنیش دیوتا نے اپنی سونڈ میرے سر پر رکھ کر مجھے آشیرواد دیا پھر دوسرے ہی لمحے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

دیوی نے مجھے سونا گھاٹ جانے کا حکم دیا تھا۔ مجھے اب کسی بات سے کوئی سروکار نہیں تھا اور نہ ہی اب کسی سوچ وچار میں پڑنا چاہتا تھا۔ مجھے دیوی دیوتاؤں کی عظیم طاقت اور ان کی جادوگری کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اب میں ایک معمولی اور سچے سیوک کی طرح دیوی کے حکم کے مطابق ہر کام کرنے پر آمادہ تھا۔ شاید میرے دل کی اسی صداقت نے گنیش دیوتا کو متاثر کیا اور انہوں نے مجھے اتنی شکتی دان کر دی جتنی گنیش دیوتا مجھے دے سکتے تھے۔ گویا یہ شکتی اس شکتی کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی جو میں پہلے حاصل کر چکا

تھا مگر میرے لئے یہ بھی بہت تھا کہ گنیش دیوتا نے مجھے شما کر دیا۔ اب میں سونا گھاٹ جانے کے لئے بالکل تیار تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں کسی سمت بھی چلوں سونا گھاٹ پہنچ جاؤں گا۔ سو میں ایک سمت چلنے لگا۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جا رہا تھا موہن لال کی خوف ناک شکل میری نظروں میں ابھرتی جاتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بات میرا دل قبول نہیں کرتا تھا کہ میں موہن لال کے احکام کی تعمیل کروں۔ وہی موہن لال جس کی بدولت مجھے اتنی اذیتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ میں یہی سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا پھر میں نے اس خیال کو دل سے نکال دیا۔ دیوی کو راضی کرنے کی خاطر مجھے سب کچھ کرنا پڑے گا۔ یہ سوچ کر میرے ذہن کو سکون ملا لیکن پھر معاً مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ میں نے کیوں نہ گنیش دیوتا سے یہ معلوم کر لیا ہوتا کہ میں اس سمے کہاں ہوں۔

میرے چاروں طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا لیکن دور دور تک کسی بستی کا نشان نظر نہیں آتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں ادھر ادھر نظریں دوڑاتا، پھر دیوی کا شبھ نام لے کر ایک طرف کو چل دیتا۔ میرے ذہن میں اس وقت سوائے پاربتی کے دھیان کے اور کچھ نہیں تھا۔ میں اپنی دھن میں مست اور اپنے مستقبل سے پُرامید آگے بڑھتا رہا اور اس وقت تک میں نے رکنے کی کوشش نہیں کی جب تک چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا۔ گو کہ میں خاصا فاصلہ طے کر چکا تھا لیکن ابھی تک مجھے نہ تو کوئی آبادی نظر آئی تھی۔ نہ کوئی چرند پرند نظر آیا تھا۔ میرے جسم میں نئی طاقت پیدا ہو چکی تھی اس لئے مجھے تھکن کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں تھا لیکن اندھیرا پھیل جانے کی وجہ سے میں نے سفر جاری رکھنا مناسب نہیں سمجھا اور کھلے آکاش کے نیچے سبزے پر لیٹ گیا۔ پاربتی کے تصور نے میرے دل و دماغ کو ایسی فرحت بخش دی تھی کہ مجھے بھوک و پیاس کا ہوش بھی نہ رہا۔ سبزے پر لیٹا میں دیوی کے بارے میں سوچتا رہا جو مجھ پر پھر مہربان ہوتی جا رہی تھی اور دیوی کے بارے میں سوچتے سوچتے نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔

صبح جب میری آنکھ کھلی اس وقت پو پھٹ چکی تھی۔ میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑا کر دیکھا۔ میں یقیناً اس جگہ نہیں تھا جہاں سویا تھا۔ وہ جگہ تو سبزہ زار تھی۔ اب میں کسی آبادی کے قریب ایک ویران مقام پر پڑا تھا۔ جب اجالا کچھ زیادہ ہوا تو دور سے مجھے عمارتیں نظر آئیں اور تھوڑی دیر میں مجھے پتا چل گیا کہ میں سونا گھاٹ کی آبادی کے قریب ہوں۔ سونا گھاٹ کے مندر کا کلس دور سے مجھے نظر آ رہا تھا۔ گویا گنیش دیوتا یا پاربتی دیوی نے سونا گھاٹ پہنچنے کے لئے میری منزل آسان کر دی تھی۔

سونا گھاٹ جہاں سے میں نے اپنے ہولناک سفر کی ابتدا کی تھی جہاں میں ایک فارسٹ آفیسر کے طور پر تعینات تھا۔ میں نے وہاں کے پُراسرار پجاری موہن لال کو للکارا تھا۔ مجھے اس وقت کیا پتا تھا کہ میں کن ناقابل یقین حالات سے دوچار ہونے والا ہوں۔ میرے نصیب میں کیا کیا لکھا ہے۔

میں نے پاربتی کا شبھ نام لیا اور بستی کی طرف چل دیا۔ مجھے ڈر تھا کہ راستے میں سونا گھاٹ کے



باسی کہیں مجھے پہچان نہ لیں۔ میری شکل اس افضل بیگ سے مختلف ہو گئی تھی جو ایک زمانے میں یہاں آفیسر تھا مگر اتنی بھی نہیں ہوئی تھی کہ میرا کوئی شناسا مجھے پہچان نہ پائے۔ میں سر جھکائے بستی میں داخل ہو گیا۔ ایک بار میرا جی چاہا کہ میں اپنے دفتر اور پرانے مکان کو ذرا چل کر دیکھوں اور لوگوں سے پوچھوں کہ افضل بیگ کا کیا حشر ہوا۔ لوگ افضل بیگ کی گمشدگی کے متعلق کیا کہتے ہیں لیکن ظاہر ہے ان باتوں کا کوئی موقع نہ تھا۔ میں لوگوں سے بچتا بچاتا مندر کی راہ پر چل پڑا۔ شکر ہے راستے میں کسی نے نہیں دیکھا۔ مندر کا راستہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں بہت ہی پُرخطر تھا اور لوگ دن کے وقت بھی وہاں جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ موہن لال کی پُراسرار آتما نے علاقے میں کچھ ایسی دہشت پھیلا دی تھی کہ لوگوں نے مندر کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا۔ صرف وہی لوگ جو موہن لال کو بھگوان کا کوئی اوتار سمجھتے تھے، مندر کا رخ کرتے تھے اور عام خیال تھا کہ موہن لال کی آتما انہیں پریشان نہیں کرتی ہے۔ میں نے اب کی بار مندر کا راستہ کسی خوف و خطر کے بغیر طے کیا۔ اب مجھے نہ تو کوئی چڑیل نظر اور نہ کسی جنگلی جانور نے پریشان کیا۔ پہلے جب میں یہاں سے گزرا تھا تو کئی بلاؤں سے مجھے واسطہ پڑا۔

جب میں مندر میں داخل ہوا تو دو چار پجاریوں نے مجھے حیرت سے دیکھا اور میرا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر جب میں نے ان کی طرف گھور کر دیکھا تو وہ سحر زدہ سے پیچھے ہٹ گئے اور میں سیڑھیاں طے کرتا اور پجاریوں اور دیوداسیوں کو حیرت زدہ چھوڑتا ہوا اس تہ خانے تک پہنچ گیا جہاں موہن لال ایک صندلی تابوت میں آرام کر رہا تھا۔ دروازہ بند تھا مگر جب میں نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ آسانی سے کھل گیا۔ اب میں اس تہ خانے میں داخل ہو چکا تھا جس نے میری دنیا بدل دی تھی۔ سونا گھاٹ کے پرانے مندر کا وہی تہ خانہ جہاں پہلی بار موہن لال سے میرا ٹکراؤ تھا۔ ماضی کی تمام باتیں رفتہ رفتہ میرے ذہن میں تازہ ہونے لگیں۔ وہی صندلی تابوت اب بھی وہاں موجود تھا۔ جس میں، میں پہلی بار موہن لال کو لیٹے دیکھا تھا۔

میں پلکیں جھپکائے بغیر اس تابوت کو دیکھتا رہا پھر میرے قدم آپ ہی آپ اس کی طرف اٹھنے لگے۔ تابوت کے قریب پہنچ کر میں نے اندر جھانکا تو دیکھا کہ سونا گھاٹ کا پُراسرار پجاری آنکھیں بند کئے اس میں لیٹا ہے۔ میں موہن لال کو گھورتا رہا۔ اس کے جسم پر صرف ایک زرد رنگ کی دھوتی موجود تھی۔ سینہ ننگا تھا چہرے پر بھبھوت ملا ہوا تھا جس نے اس کے بھاری بھرکم چہرے کو اور خوفناک بنا دیا تھا۔

پہلی بار جب میں پرانے کے تہ خانے میں داخل ہوا تھا، اس وقت میرے دل میں یہ خواہش تڑپ رہی تھی کہ کسی طرح میں اس پُراسرار پجاری کا خاتمہ کر دوں لیکن آج مجھے یہاں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ میں موہن لال کے حکم پر چلوں اور اس کی سیوا کروں۔ اس خیال نے بس مجھے ایک پل کے لئے

بے چین کیا لیکن دوسرے ہی پل میرے دل نے مجھے آواز دے کر چونکا دیا۔

''سنبھلو کرشن کمار، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک ذرا سی بھول تمہاری ساری محنت اکارت کر دے۔'' اور دل کے اس مشورے پر میں یوں چونکا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میں تیزی سے دبے قدموں پیچھے ہٹ گیا۔ میرے دل و دماغ میں اس وقت جو وچار ابھر رہے تھے، ابھی میں ان پر پوری طرح قابو بھی نہ پا سکا تھا کہ میں نے سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کو صندلی تابوت میں حرکت کرتے دیکھا۔ میری نظریں ایک بار پھر موہن لال پر جم کر رہ گئیں۔ جس کی آنکھوں کے پپوٹے دھیرے دھیرے ہل رہے تھے۔

ایک سیکنڈ تک یہی کیفیت رہی پھر موہن لال نے آنکھیں کھول دیں اور مسکراتا ہوا اٹھ کر صندلی تابوت سے باہر آ گیا۔ اس کی بڑی بڑی لال لال آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ جن نظروں سے مجھے تک رہا تھا، ان میں حقارت ہی حقارت تھی۔ اگر دوسرا کوئی موقع ہوتا یا میں اپنی مرضی سے یہاں آیا ہوتا تو ممکن تھا انجام پر غور کئے بغیر اس سے دو دو ہاتھ کر ڈالتا لیکن مجھے بہر حال بڑے صبر و ضبط سے کام لینا تھا۔ بس اب میری یہی ایک دھن تھی کہ میں کسی بھی طرح طاقت کی عظیم دیوی کو راضی کر لوں۔ چنانچہ میں نے از خود اپنی نظریں جھکا لیں اور موہن لال کی خوف ناک آنکھوں کی حقارت کو نظر انداز کر گیا۔

تہ خانے میں ایک لمحے کے لئے سکوت طاری رہا پھر موہن لال کی آواز گونجی۔

''کرشن کمار، تو تم ایک بار پھر سونا گھاٹ آ گئے۔''

''سب دیوی کی کرپا ہے موہن لال جی مہاراج۔''

''سنا ہے گنیش دیوتا نے تمہاری کچھ شکتی واپس کر دی ہے۔'' موہن لال نے معنی خیز انداز میں ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''ہاں، یہ بھی دیوی کی کرپا ہے۔''

''اوہ...... اب کیا وچار ہے تمہارا؟''

''موہن لال جی مہاراج، میری طرف سے تمہارے دل میں جو میل ہے اسے نکال دو۔ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں اور جو کچھ میں نے پایا تھا اسے کھو دیا ہے۔''

''مگر تمہارے من کا حال مجھے معلوم ہے۔''

''اور مجھے وشواس ہے مہاراج کہ تم میرے من میں اب کوئی کھوٹ نہیں دیکھ رہے ہو گے۔''

''دھنے ہو مہان دیوی کی جس نے تمہیں منش سے پجاری بنا دیا۔'' موہن لال میرے سراپا کا جائزہ لیتا ہوا بولا۔

تہ خانے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ موہن لال خاموشی سے ٹہلتا رہا۔



''کرشن کمار، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کیلاش ناتھ میرا چیلا تھا۔''

''ہاں...... مجھے معلوم ہے مہاراج۔'' میں نے آہستگی سے جواب دیا۔

''اور کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ دیوی نے صرف تمہارے کارن اس کو نشٹ دیا ہے۔'' موہن لال نے پُرجلال لہجے میں میری بات کاٹ دی۔

''مجھے نہیں معلوم مہاراج۔'' میں نے دبی زبان میں کہا۔

''کرشن کمار، دیوی امر ہے۔ دیوی مہان ہے۔'' موہن لال نے کئی بار یہ جملے دہرائے۔

''ہاں مہاراج، دیوی امر ہے۔ دیوی مہان ہے۔''

میں نے اس کی تائید کی۔

''پرارجن کے بعد کیلاش ناتھ میرا دوسرا چیلا ہے جسے تمہارے کارن مصیبت اٹھانی پڑی۔'' موہن لال نے غضب ناک لہجے میں کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں کسی معاملے میں موہن لال سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دیوی کے فیصلے پر الجھا ہوا ہے کہ مجھے سونا گھاٹ کیوں بھیجا گیا مگر یہ دیوی کا حکم تھا اور موہن لال مجھے سونا گھاٹ اپنے پاس رکھنے پر مجبور تھا۔ وہ بہت دیر تک بڑبڑاتا رہا اور غصے میں ٹہلتا رہا۔

''تم کرشن کمار...... تم......'' وہ غصے میں پیچ و تاب کھاتا ہوا بولا۔ ''تم موہن لال کو اب تک نہیں سمجھے۔ تمہاری آنکھیں اب تک نہیں کھلیں۔ تم نے جو شکتی پراپت کی اسے تم نے مذاق سمجھا۔ تم نے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سدا غلط وچار کیا۔ کرشن کمار، میں نے یہ شکتی اس طرح پراپت نہیں کی ہے جس طرح تم نے......''

''میں جانتا ہوں مہاراج۔ میں نے سب کچھ غلط سمجھا۔ میں بڑا نادان تھا۔''

''نادان...... تم بے وقوف ہو۔''

''ہاں مہاراج، مجھ سے بہت بھولیں ہوئی ہیں۔''

موہن لال میرے اس عجز سے متاثر نہ ہوا بلکہ اس کی شعلہ بار گفتگو میں اور تلخیاں آ گئیں۔

''کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟''

دیوی کی آگیا یہی تھی کہ تمہارے پاس پہنچوں اور تمہاری سیوا کروں۔''

''سیوا...... اور تم...... میری سیوا۔'' موہن لال کے قہقہے کی بازگشت تہ خانے میں گونج گئی پھر وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔ ''تم میری سیوا کرو گے کرشن کمار، میں بھوشیہ (مستقبل) کو اپنی شکتی کے درپن (آئینے) میں دیکھ سکتا ہوں۔ کل کیا ہو گا؟ یہ مجھے معلوم ہے۔ ہاں دیوی چاہے تو بھوشے بدل سکتی ہے اور میں اسی

آشا میں تمہیں یہاں رکھتا ہوں اور تمہیں ایک بار پھر بتائے دیتا ہوں کہ موہن لال سے بیر کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ تم یہ بات سدا دھیان میں رکھنا۔ تم اگر اسے بھول گئے تو پھر کشٹ اٹھاؤ گے۔ موہن لال تمہارا گرو ہے اور گرو، گرو ہوتا ہے۔"

"موہن لال جی مہاراج۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "کیا تم اس بات کو اپنے من سے نہیں نکال سکتے۔ میں اب تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میں نے بہت کشٹ اٹھائے ہیں۔"

"اچھا...... تو کیا میں تمہیں اپنا متر سمجھوں۔" موہن لال نے میرا مضحکہ اڑایا۔

"من کو جاننا چاہو تو سنو مہاراج۔ میں تمہارا متر کبھی نہیں بن سکتا۔ پرنتو اتنا اوش کہوں گا کہ اب میرے من میں سوائے دیوی کی لگن کے کچھ اور نہیں ہے۔ میں اب سارا جیون دیوی کی بھگتی میں بتانے کا ارادہ کر چکا ہوں۔"

"کشٹوں نے تمہیں بات کرنی سکھا دی ہے۔ اچھے سیوک دکھ رہے ہو۔ کرشن کمار ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے پر دیوی مہان ہے۔ دیوی نے ایک بار پھر ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا ہے اور یہ ہم دونوں کی پرکشا ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ دیوی کیا چاہتی ہے۔ مجھ سے دیوی کے سوا کوئی اور بات نہ کرو مہاراج۔" میں نے دل کی تمام تر سچائیوں سے کہا۔

"دیوی کے پیار نے کہیں دیوانہ تو نہیں بنا دیا۔" موہن لال نے مسکرا کر کہا۔

میں نے موہن لال کے جملے میں چھپے ہوئے زہریلے طنز کو محسوس کیا تو خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"چپ کیوں ہو گئے مہاراج۔ کچھ بولو۔" موہن لال نے مجھے اکسانے کی کوشش کی تو میں دبی زبان میں بولا۔

"موہن لال جی مہاراج، اب پرانی باتوں کو چھوڑ دو۔ مجھے آگیا دو کہ میں تمہاری کیا سیوا کروں۔ منش سے غلطیاں ہوتی ہیں اور بھگوان بھی انہیں معاف کر دیتا ہے مجھے شما کر دو۔"

"اونہہ...... پرانی بات اور دھیان میں رکھو تم مجھ سے ادھک (زیادہ) شکتی پراپت کبھی نہیں کر سکتے۔ اگر تم سیارا جیون بھی تیاگ دو تو موہن لال کے برابر نہیں آ سکتے۔"

"مجھے شکتی نہیں، دیوی کی کرپا چاہئے۔ دیوی کی کرپا سب سے بڑی شکتی ہے۔ یہ بات بہت دنوں میں میری سمجھ میں آئی ہے۔"

میرے جواب سے موہن لال کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں ابل رہی تھیں اور چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر دیوی



نے مجھے وچن نہ دیا ہوتا تو ممکن تھا کہ سونا گھاٹ کا وہ پُراسرار پجاری مجھے اپنے جنتر منتر سے جلا کر بھسم کر ڈالتا۔ کچھ دیر تک موہن لال مجھے خوفناک نگاہوں سے گھورتا رہا پھر اس کے چہرے کا تناؤ یکلخت ختم ہو گیا۔ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کرشن کمار، کیا تم میری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہو؟"

"ہاں، دیوی نے گنیش دیوتا کے ذریعے میرے لئے یہی سندیس (پیغام) بھیجا تھا۔"

"اچھا تو پھر ایک سچے سیوک کی طرح روز میرے چرنوں پر سر رکھ کر ڈنڈوت کیا کرو۔"

ایک لمحے کے لئے مجھے یوں لگا جیسے سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے کوئی گندی گالی دے دی ہو لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اپنے من میں عظیم دیوی کا نام لیا اور آگے بڑھ کر موہن لال کے چرنوں میں سر رکھ دیا۔ میری اس حرکت سے موہن لال نے کیا اثر لیا، یہ تو میں نہ دیکھ سکا لیکن پھر جب اس نے مجھے غضب ناک آواز میں اٹھنے کو کہا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کا چہرہ دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی اور نہ جانے کیوں وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچلے جا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے میری کسی حرکت سے کوئی شدید قسم کا دھچکا لگا ہو۔

میں پُرسکون انداز میں کھڑا موہن لال کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تو اس نے زخمی بھیڑیے جیسے انداز میں تڑپ کر مجھے مخاطب کیا۔

"کرشن کمار، تمہیں چالیس روز تک سانجھ سویرے (صبح و شام) اسی طرح میرے چرنوں میں سر رکھ کر ڈنڈوت کرنا پڑے گا اس کے بعد تمہیں کوئی دوسرا کام سونپوں گا۔"

"میں دیوی کے کارن سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ موہن لال مہاراج۔"

میں نے بلا جھجک جواب دیا تو موہن لال کی وحشت میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے غصے کی کیفیت میں تہ خانے میں کسی آدم خور درندے کی طرح یوں ٹہلنا شروع کر دیا جیسے پنجرے میں بند کوئی شیر اپنی بے بسی پر تلملا رہا ہو۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ رک کر مجھے غضب ناک نظروں سے گھورتا اور پھر ہونٹ چبا کر دوبارہ ٹہلنے لگ جاتا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر مجھے چھوڑ کر تہ خانے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اطمینان کا ایک سانس لیا اور فرش پر دیوار سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ آخر وہ کیا وجہ ہو سکتی ہے جس نے سونا گھاٹ کے ہٹے کٹے اور پُراسرار پجاری کو اس قدر مضطرب کر رکھا ہے۔ بڑی دیر تک میں اسی وچار میں گم رہا پھر جب اس کا کوئی کارن میری سمجھ میں نہ آیا تو میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا اور آنکھیں بند کر کے پاربتی دیوی کے تصور میں کھو گیا۔

سونا گھاٹ میں چالیس روز تک میں کس عالم میں رہا اور موہن لال نے میرے صبر کو کس کس طرح آزمایا اس کی تفصیل اگر میں لکھنے بیٹھوں تو صفحات کے صفحات سیاہ ہو سکتے ہیں لیکن میں تفصیل میں جانے کے بجائے مختصراً صرف اتنا ہی بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ان چالیس دنوں میں سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری نے مجھ سے ہر وہ کام لیا جس کو عام طور پر نیچ ذات کے لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ اس تمام عرصے میں اس نے جو برتاؤ میرے ساتھ کیا وہ کچھ میرا دل ہی جانتا ہے۔ میں نے صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جب بھی موہن لال مجھ سے کوئی کام کہتا میں پاربتی کا نام لے کر اس کو شروع کر دیتا۔ اگر وہ مجھے تاؤ دلانے کی کوشش کرتا تو بھی میں پاربتی کا نام لے کر درگزر کر جاتا۔ غرض ان چالیس دنوں تک کوئی ایک ایسا پل بھی خالی نہ گیا جب پاربتی کا تصور میرے دل و دماغ سے دور رہا ہو۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت میری زبان پر پاربتی کا نام رہتا تھا۔

پھر جب چالیس دن پورے ہو گئے تو موہن لال نے مجھ سے کہا۔

''کرشن کمار، تمہارے اندر ایک اچھا سیوک بننے کے سارے لچھن موجود ہیں، پرنتو تمہارے بھاگ میں کچھ اور ہی لکھا ہے۔''

''مجھے ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے موہن لال۔ دیوی جو چاہے گی، وہ اوش پورا ہوگا۔'' میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

''دیوی کیا چاہے گی میں جانتا ہوں......'' موہن لال اپنا جملہ پورا کرنے کے بجائے خاموش ہو کر کسی وچار میں گم ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات ابھرے جیسے وہ کسی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے کی کوشش کر رہا ہو۔ چالیس روز میں متعدد بار میں اسے اس کیفیت سے دوچار دیکھ چکا تھا چنانچہ اس وقت بھی میں نے کوئی خاص دھیان نہیں دیا۔

کچھ دیر تک سونا گھاٹ کا پجاری منہ اٹھائے چھت کی طرف خونخوار نظریں جمائے رہا پھر یکلخت میری طرف دیکھ کر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تمہاری پرکشا کا سمے پورا ہو چکا ہے کرشن کمار۔ اب تم جا سکتے ہو۔''

''کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے مہاراج کہ اب مجھے کہاں جانا ہوگا۔'' میں نے نرمی سے پوچھا وہ تملا کر بولا۔

''جہاں تمہارا من چاہے چلے جاؤ۔ پر اب میرے استھان پر تمہارا کوئی کام نہیں۔''

مجھے موہن لال کا یہ رویہ معنی خیز لگا سو میں نے اس سے خوشامد کے انداز میں کہا۔

''مہاراج کیا میں نے پھر کوئی غلطی کر دی ہے جو مجھے اپنی سیوا نہیں کرنے دیتے۔''

''نہیں نہیں بس اب تم جاؤ اور زیادہ باتیں نہ بناؤ۔''



''مہاراج تمہارا دل ابھی صاف نہیں ہوا؟'' میں نے اس سے عجز سے پوچھا۔

''کرشن کمار، میں نے کہا نا کہ تمہاری پرکشا کا سمے پورا ہو چکا ہے۔'' موہن لال نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''پرنام مہاراج۔'' میں نے ہاتھ جوڑ کر موہن لال کو نمسکار (سلام) کیا پھر جانے کے لئے پلٹا ہی تھا کہ وہ مجھے روک کر بولا۔

''سنو کرشن کمار، جاتے جاتے میری ایک بات اور سنتے جاؤ...... دوسری بار ممکن ہے کہ ہم دونوں اس طرح نہ مل سکیں، کسی اور روپ میں ملیں۔ سمے آ رہا ہے...... سمے آ رہا ہے۔ جاؤ تم جاؤ۔'' وہ مضطرب ہو کر بولا۔

''اور کچھ مہاراج۔''

''ہاں...... ایک بات اور گرہ سے باندھ لو۔'' موہن لال مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ ''تم صرف اسی سمے تک محفوظ رہ سکتے ہو جب تک دیوی کے پوتر استھان پر ہو۔ وہاں سے پلٹنے کے بعد تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی بھی شکتی نہیں بچا سکے گی۔''

میں نے غصے سے موہن لال پر ایک نظر ڈالی اور الٹے قدموں سے تہ خانے سے باہر نکل گیا۔ سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کے آخری جملے کا مطلب کیا تھا یہ میں بہت وچار کے بعد بھی نہ جان سکا۔

پرانے مندر سے نکل کر میں آبادی کی طرف جانے والے راستے پر ہولیا۔ میں اس وقت بہت سکون محسوس کر رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنی پرکشا میں کامیاب ہو چکا تھا کہ میں دیوی استھان پر اسی طرح پہنچ جاؤں گا جس طرح اب تک میں مختلف مقامات پر پہنچتا رہا ہوں مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ ابھی ہولناک پرکشا کا ایک اور مرحلہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ مرحلہ سب سے اذیت ناک تھا۔ آپ تصور کریں کہ آپ نے اپنے کسی محبوب کو منانے کے لئے ایسی اذیتیں برداشت کی ہوں جو میں نے کی تھیں اور جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا محبوب اب آپ سے من گیا ہے اور اب اس کا دیدار جلد نصیب ہو جائے گا اور پھر دیدار نہ ہو سکے اور آپ اس کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہوں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ کبھی اس گلی میں، کبھی اس گلی میں۔ میرے اوپر یہ قیامت بھی گزری۔ میں چلتا رہا، چلتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے مگر مجھے کہیں دیوی کا استھان نظر نہیں آیا۔ پاربتی کا نام لے لے کر میری زبان خشک ہو گئی مگر میں بھٹکتا رہا۔ پاربتی کا استھان کہاں تھا۔ وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔

دیوی کا اس میں کیا بھید اور کیا مصلحت تھی، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ میری پرکشا میں کوئی کھوٹ رہ گئی تھی جو دیوی نے مجھے اپنے استھان نہیں بلایا تھا۔ شاید وہ میرے صبر کا امتحان لینا چاہتی تھی۔ میں مندروں میں گیا اور پاربتی کے مجسمے کے سامنے گڑگڑا کر پوجا کی۔ میں ہندوستان کے مختلف

علاقوں میں خانہ بدوشوں کی طرح گھومتا رہا۔ میں اپنی سرگزشت کو مختصر کرتا ہوں۔ مجھے دیوی کا استھان ڈھونڈنے میں کوئی ڈیڑھ سال لگ گیا۔

ڈیڑھ سال میں نے کس طرح کاٹا، کس کس مہان پجاری سے میں نے پاربتی کے استھان کا پتا پوچھا ہوگا اور کس کس نے مجھے مایوس کیا ہوگا۔ لوگ مجھے پاگل سمجھتے تھے۔ میں ایک بار پھر سونا گھاٹ گیا مگر وہاں مجھے سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کا خالی تابوت خالی ملا۔ میں حیران و پریشان پھر ایک مندر میں پاربتی کی پوجا اور گیان دھیان میں لگا رہا۔ ان ڈیڑھ سالوں میں اپنی ذہنی کیفیت لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ایک عجیب بے دلی، بے یقینی اور بے کیفی کی حالت تھی۔ پاربتی کی یہ سزا پچھلی تمام سزاؤں سے زیادہ تکلیف دہ تھی، اس میں تو اضطراب ہی اضطراب تھا۔

پھر امید و بیم کی کیفیت میں، میں اپنی قسمت پر شاکر ہوگیا۔ قسمت میں جو کچھ لکھا ہے، وہ پورا ہوگا۔ میں مندر، مندر جاتا رہا اور گھنے جنگلوں اور اونچے پہاڑوں پر دھونی جما کر پاربتی کا جاپ کرتا رہا۔ اس کے سوا میں کیا کرسکتا تھا۔

آخری بار جب میں اجودھیا کے قریب ایک ویران مقام پر گیان دھیان میں مگن تھا تو وہی ہوا جس کی مجھے ڈیڑھ سال سے توقع تھی۔ ایک صبح جب میں سوکر اٹھا تو میں اپنے استھان پر نہیں تھا۔ میں نے جلدی جلدی اپنی دونوں آنکھیں ملنا شروع کردیں پھر جب میں نے دوبارہ آنکھ کھولی تو مجھے یقین آگیا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ میں اس وقت پاربتی دیوی کے پوتر استھان کے اس خوب صورت کمرے میں تھا جو شیو جی مہاراج کے لئے جاپ کرتے وقت دیوی نے مجھے دیا تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہر چیز کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے ذہن کو معطر کرگئی۔ میرے دماغ میں ہلکی ہلکی غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں اس وقت ایسا محسوس کررہا تھا جیسے آسمان میں اڑا جارہا ہوں۔ جیسے میں بادلوں میں تیر رہا ہوں۔

اور پھر سامنے ایک دروازہ آہستگی سے کھلا میں مضطرب ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

میرے سامنے طاقت کی عظیم دیوی پاربتی تمام تر حسن و جمال کے ساتھ اما کے روپ میں کھڑی تھی۔

ڈیڑھ سال کے مشقت آزما امتحان کے بعد میں نے پاربتی کو اما (شفیق) کے روپ میں اپنے روبرو دیکھا تو میری مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دل و دماغ کو معطر کررہی تھی پھر آگے بڑھ کر اضطراب سے میں نے دیوی کے مقدس قدم چھوئے اور تمام تر انکساری سے بولا۔

"دیوی اپنے داس پر دیا کرو۔"

پاربتی نے آہستہ سے جھک کر مجھے اٹھایا اور اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر مجھے آشیرواد دیا پھر اپنی



آواز میں سارے جہاں کی رعنائیاں سمیٹتے ہوئے بولی۔

"کرشن کمار، تم سپھل ہوگئے ہو جو ہونا تھا، سو ہوگیا۔ مجھے معلوم ہے تمہارے من میں کھوٹ نہیں ہے۔ اب تم میرے سچے سیوک بن گئے ہو۔"

"یہ سب تیری کرپا ہے دیوی۔" میں نے پاربتی کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "پرنتو ابھی ایک بات ایسی باقی ہے جو میرے من کو بے چین کئے ہوئے ہے۔"

"گزری ہوئی ساری باتوں کو بھول جاؤ کرشن کمار، تمہیں شما دی جا چکی ہے۔" دیوی نے اپنے ہونٹوں پر سندر مسکان بکھیر کر جواب دیا۔ "تم نے کٹھن تپسیاؤں میں سپھل ہو کر پھر سے ایسی مہان شکتی پراپت کرلی ہے جو دیوتاؤں کو پراپت ہوتی ہے۔ تمہاری لگن سچی تھی۔ سچی لگن اوش سپھل ہوتی ہے۔ تم نے پھر دیوی کو جیت لیا ہے۔"

عظیم پاربتی مجھ سے ہم کلام تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے میں کوئی حسین خواب دیکھ رہا ہوں۔ بادلوں کے درمیان اڑ رہا ہوں۔ دیوی کی مترنم آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ نہ جانے کب تک میں اس عالم مدہوشی سے دوچار رہا پھر اس وقت چونکا جب دیوی نے میرے شانوں پر اپنا نازک ہاتھ رکھ کر کہا۔

"کرشن کمار، تم نے یہ کیا روپ دھار رکھا ہے۔"

میں نے اپنے حلیے پر نظر ڈالی تو شرم سے نظریں نہ اٹھا سکا۔ جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ میرا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور اس سے سڑاند پھوٹ رہی تھی۔ ناخن بری طرح بڑھ آئے تھے اور سر کے بال جھاڑ جھنکار کی مانند بکھرے ہوئے تھے۔ یہ سوچ کر کہ اس سے اتنی گندی حالت میں پاربتی کے سامنے کھڑا ہوں، سرتاپا لرز اٹھا لیکن پاربتی نے میرے دل کی بات بھانپ لی اور پیار سے کہا۔

"کرشن کمار، تمہیں اب ان باتوں کی چنتا نہیں کرنی چاہئے۔ تم اب یوگی سمان ہو اور یوگیوں کو اپنے بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی بات کا دھیان نہیں رہتا۔ تن کی سج دھج تو منش کا کام ہے۔"

"دیوی میں سب کچھ تیری بدولت ہوں۔" میں نے دیوی کے گن گاتے ہوئے کہا۔

"پیار امر ہوتا ہے کرشن کمار، سچا پیار ہو تو منش دیوتا بن جاتا ہے۔ پجاری سیوک اور یوگی بن جاتے ہیں۔"

دیوی کے جملوں کی مٹھاس نے مجھے بے خود کررکھا تھا۔ مجھے اعتراف تھا کہ میرے دل کی دھڑکن عظیم دیوی کے مقدس نام کا ورد کررہی تھی۔ ابھی میں اسی کیفیت سے دوچار تھا کہ پاربتی نے مجھے مخاطب کیا۔

"کرشن کمار، تم اب جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ جاؤ اور دیوی کا پیار منش کے ہردے میں بٹھاؤ۔"

"دیوی۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "تیری آ گیا پر میں بلیدان، پرنتو اب تیرے چرنوں میں جیون تیاگ کر مجھے جو سکھ اور چین مل سکے گا، وہ سارے سنسار میں کہیں اور نہیں مل سکتا۔"

"تم اگر اس استھان پر رہنا چاہتے ہو تو رہو اور گیان دھیان میں مگن رہو۔"

پاربتی کا جواب سن کر مجھے یوں احساس ہوا جیسے قارون کا خزانہ میرے ہاتھ میں آ گیا ہو۔ میری یہی خواہش تھی کہ میں اپنی زندگی پاربتی کے مقدس استھان پر گزار دوں۔ ڈیڑھ سال تک میں نے دیوی کو تلاش کرنے میں جو مصائب جھیلے تھے، وہ رائگاں نہیں گئے تھے۔ مجھے میری پریشانیوں کا پھل دیوی کے روپ میں مل چکا تھا۔ طاقت کی عظیم اور سندر دیوی جس کو پانے کے لئے میں نے خود کو کھو دیا تھا۔ چند لمحے تک میں خاموش کھڑا پاربتی کو تکتا رہا پھر بولا۔

"دھنے ہو دیوی۔ تو نے مجھے اپنے چرنوں میں رہنے کی جگہ دے کر میرا مان رکھ لیا۔"

"تم جب تک من چاہے یہاں رہو۔" دیوی پھر کچھ توقف سے بولی۔ "پرنتو ان باتوں کی چنتا میرے مہان سیوکوں کے لئے فضول ہے۔ دیوی ہر جگہ موجود ہوتی ہے کرشن کمار۔ تم میرے استھان سے دور رہ کر بھی جب من کی گہرائیوں سے میرا نام لو گے میں تمہیں درشن دینے آ جاؤں گی۔"

پاربتی خاصی دیر تک میرے ساتھ باتیں کرتی رہی پھر وہ جانے لگی تو میرا دل تڑپ گیا۔ مجھے اب ایک پل کے لئے بھی دیوی کی جدائی منظور نہیں تھی۔ دیوی کے وقار نے جیسے مجھ پر سحر کر دیا تھا۔ میں اس سحر میں کھو کر رہ گیا تھا۔ پاربتی کے جانے کے بعد بڑی دیر تک میں اسی دھیان میں ڈوبا رہا پھر رات آئی تو آرام کرنے کی خاطر لیٹ گیا۔

دیوی کے استھان پر رہ کر مجھے جو سکون ملا اور جو آؤ بھگت میری ہوئی اس کا تذکرہ الفاظ میں بیان کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ یہاں مجھے مختلف تجربات ہوئے اور میں نے دیوتاؤں کو بڑے قریب سے دیکھا۔ میرا یہ سارا زمانہ مذہب اور وید کی اکتساب میں صرف ہوا۔ پہلی بار مجھے اندازہ ہوا کہ دھرم کا یہ ایک منظم سلسلہ ہے۔ تین سال تک دیوی کے پاس رہا اور مجھے دیوی کا قرب اپنی مرضی کے مطابق حاصل رہا۔ دیوی کے استھان کی دیوداسیاں اور گنیش دیوتا سب ہی میرا بے حد خیال رکھتے تھے۔ میں ہمہ وقت دیوی کی پوجا اور دیوتاؤں کے جاپ میں مگن رہتا لیکن تین سال کا طویل عرصہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس یکسانی سے میرا دل اکتانے لگا۔ دیوی کے کہنے کے انوسار میں نے ایسی شکتی پراپت کر لی تھی جس کے آگے ہنومان کی شکتی بھی ہیچ تھی۔ اس کے علاوہ دیوی نے مجھے اجازت دے رکھی تھی کہ جہاں میرا من چاہے جاؤں اور جو جی میں آئے کروں چنانچہ ایک روز جب میری اکتاہٹ بڑھ گئی تو میں نے ڈرتے ڈرتے پاربتی سے کہا۔



"دیوی اگر تیری آ گیا ہو تو میں......"

پاربتی نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ اس سمے تمہارے من میں کیا ہے۔ سارا سنسار تمہارا ہے تم جہاں چاہو جاؤ اور منشوں کو پاپ سے بچاؤ۔ انہیں شانتی دو۔"

"تیرا دیوگ (جدائی، فراق) مجھے گوارا نہیں۔ پرنتو میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں سے مل آؤں۔ میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔"

"سدھارو کرشن کمار، دیوی کو معلوم ہے کہ تم کب واپس آؤ گے یا نہیں آؤ گے۔"

پاربتی سے اجازت مل جانے کے بعد میں اس کے استھان سے باہر آ گیا۔ اس وقت میرے اوپر کچھ عجیب و غریب کیفیت طاری تھی۔ اگر آپ کے پاس دولت ہو تو اس کے اظہار کے لئے آپ کا جی تڑپے گا۔ میری شکتی میری دولت تھی اور میرا جی چاہا اس کے اظہار کے لئے تڑپ رہا تھا۔ میں سب کچھ بھول گیا تھا کہ ماضی میں شکتی کے لئے میں کن تباہیوں سے دوچار ہوا تھا۔ اب پھر اس بات نے مجھ پر غرور کا نشہ طاری کر دیا تھا کہ میں نے وہ طاقت حاصل کر لی ہے جو بڑے بڑے سورماؤں کے پاس بھی نہیں۔ اب دیوی نے مجھے کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ آپ ذرا سوچئے کہ آپ کو یہ احساس ہو کہ آپ دھرتی پر بسنے والے تمام انسانوں سے زیادہ بلوان اور عظیم ہیں تو آپ کی کیا کیفیت ہو گی۔ میں اپنی کیفیت بتاتا ہوں۔ مجھے انسانوں سے اب کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرے نزدیک اب ان کی حیثیت کھلونوں سے زیادہ نہ تھی۔ انسان یوں بھی دیوتاؤں کا کھلونا ہوتے ہیں۔ مجھے اس بات کا شدید احساس تھا کہ اب میں ناقابل تسخیر طاقت کا حامل ہوں۔ وہ لوگ جو کبھی مجھے مضر سمجھتے تھے، میں ان کو مناسب سبق دینے کا متمنی تھا۔ غرض کہ میری حالت اس بدمست ہاتھی جیسی تھی جو دیوانگی کی حالت میں پہاڑوں کو بھی اپنے سامنے ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ میں پاربتی کے قرب سے دور ہو کر ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے اب میرے اوپر کوئی شکتی نہیں ہے۔ اپنی دھن میں مست آگے بڑھ رہا تھا کہ معاً مجھے اپنے بنارس والے دوست جواد علی خاں کا خیال آ گیا جس کی بیوی کو میں نے بیماری کی آفت سے نجات دلائی تھی۔ جواد علی خاں سے میرے خاندانی مراسم تھے۔ وہ میرا بہترین دوست تھا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ سب سے پہلے مجھے اسی کے پاس جانا چاہئے، اس خیال کے تحت میں مشرق کی سمت چل پڑا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں کتنے عرصے میں بنارس پہنچ گیا۔ میرے لئے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔

میرے دوست جواد علی نے ایک عرصے بعد مجھے دوبارہ دیکھا تو خوشی سے دیوانہ ہو کر لپٹ گیا۔ بڑی دیر تک ہم دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر جب میں نے اس کی بیوی کے بارے میں پوچھا تو جواد علی نے رنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

"افضل بیگ، تمہاری بھابی کا انتقال ہوگیا ہے۔ ڈھائی سال سے میں بالکل ویران زندگی گزار رہا ہوں۔ انہی پریشانیوں میں ملازمت بھی جاتی رہی۔"

جواد کی بیوی کی موت کی خبر سن کے مجھے بے حد دکھ ہوا۔ میں نے مناسب الفاظ میں اظہار تعزیت کیا پھر پوچھا۔

"آج کل تمہاری گزر اوقات کیسے ہو رہی ہے۔ کیا دوسری ملازمت کر لی ہے؟"

"درمیان میں کچھ عرصے کے لئے ایک ملازمت مل گئی تھی لیکن اب وہ بھی جاتی رہی۔" جواد مجھے اپنی رام کہانی سنانے لگا۔ اس کی حالت واقعی قابل رحم تھی چنانچہ جب وہ سب کچھ بک چکا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

"جو کچھ تم پر بیت چکی ہے اسے بھول جاؤ۔ اب تمہارا دوست آ گیا ہے تو تمہیں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔"

جواد میری طاقت کا کرشمہ ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا اس لئے پہلے تو وہ میرے بارے میں دنیا جہان کی باتیں دریافت کرتا رہا پھر بولا۔

"افضل بیگ، تمہارے آنے کی کس قدر خوشی ہوئی ہے یہ میرا دل جانتا ہے لیکن۔"

"مجھے خبر ہے کہ آج کل تمہاری حالت پتلی ہے۔" میں نے جواد کے دل کا حال پڑھتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "مگر میرے آنے کے بعد تمہاری مفلسی کے دن ختم ہو چکے ہیں اس لئے کنجوسی سے کام نہ لو اور میرے لئے شاندار بھوجن کا بندوبست کرو۔"

جواد میرے جملے کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس لئے کچھ دیر تک وہ حیرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"افضل بیگ، تم میرے عزیز دوست ہو۔ تم سے میرا حال ڈھکا چھپا نہیں ہے پھر بھی تم کو یقین دلاتا ہوں کہ آج کل میں کوڑی کوڑی کا محتاج ہوں۔"

میں نے جواد کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاتھ تھام کر اسے اٹھایا اور اپنے ساتھ کمرے میں گھسیٹ لایا جہاں اس کی بیوی رہتی تھی۔ کمرے کا ساز و سامان بالکل ویسا ہی تھا جیسا میں پہلے دیکھ چکا تھا مگر اب ساری چیزوں پر ویرانی اور اداسی برس رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں اداس ہوگیا پھر میں نے جواد کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"بھابی کا صندوق کہاں رکھا ہے؟"

جواد اب بھی کچھ نہ سمجھ سکا۔ میں خوب سمجھ رہا تھا کہ اس وقت اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ بہر حال جب اس نے ایک مقفل صندوق کی طرف اشارہ کیا تو میں نے مسکرا کر کہا۔



"کیا تم نے اس صندوق کو کبھی کھول کر دیکھا ہے؟"

"نہیں۔" جواد کی آواز رندھ گئی۔ "میں اپنے زخموں کو، اپنے ہاتھوں سے کریدنا نہیں چاہتا۔ مجھے تمہاری بھابی کے کپڑے دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔"

"تم غلط سمجھے۔ اس صندوق میں بھابی کے کپڑوں کے بجائے اور بھی بہت کچھ ہے۔ اسے کھولو تو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

جواد نے میری سمت ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے میری باتوں پر یقین نہیں آ رہا ہو لیکن پھر جب اس نے میرے اصرار پر صندوق کھولا تو فرط حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ صندوق زر و جواہر سے بھرا ہوا تھا۔ اس کا بندوبست میرے بیروں نے اسی وقت کر دیا تھا جب جواد مجھے اپنی مفلسی کی رام کہانی سنا رہا تھا۔ خاصی دیر تک جواد مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"افضل بیگ، تم سچ مچ جادوگر بن گئے ہو۔ تم نے اتنے دنوں میں واقعی بہت کچھ حاصل کیا ہے۔"

"یہ سب میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جواد۔" میں نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "میرے اندر اتنی طاقت ہے کہ اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شاید کبھی موقع پڑے اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھو۔"

جواد کے یہاں ٹھہرے ہوئے مجھے دو ماہ گزر گئے اس عرصے میں میں نے بنارس میں اپنی شکتی کا دل کھول کر مظاہرہ کیا لیکن صرف اسی حد تک کہ جہاں مجھے کوئی مظلوم نظر آیا۔ میں اس کی مدد کو فوراً آمادہ ہوگیا۔ اس کے برعکس ظالموں کو میں نے ایسی سزا دی کہ انہوں نے ظلم کرنے سے توبہ کر لی۔ میں ان واقعات کی تفصیل بیان کرنے بیٹھوں تو سیکڑوں صفحات سیاہ کر سکتا ہوں لیکن یہاں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ آپ بھی اس قسم کی سرگزشتوں میں نہ جانے کیسے کیسے واقعات پڑھ چکے ہوں گے۔ اب اس کی تکرار مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ بس یوں سمجھئے کہ میں ایک بادشاہ تھا جس کے ہاتھ میں اسم کی مملکت کے تمام ذرائع و وسائل موجود تھے اور وہ جو چاہے کر سکتا۔ میں نے کھل کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ جواد کو عجب شوق تھا کہ وہ روز کوئی نہ کوئی مسئلہ آ کر بیان کرتا۔ ہم خاموشی سے موقع پر پہنچتے اور لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتے پھر سب سے زیادہ جواد کو ان پُراسرار تماشوں میں مزہ آتا تھا۔ وہ میری شکتی کا بری طرح قائل ہو چکا تھا اور میرا بہت خیال رکھتا تھا۔ ہم دونوں نے بنارس چھوڑ دیا اور ہم ہندوستان کے کونے کونے تک پہنچے۔ جہاں گئے وہاں خوب ہنگامہ برپا کیا۔ جواد کو پاربتی کے نام سے انس ہوگیا تھا مگر مختلف جگہوں پر میرا ہندوؤں میں جانا اور ہندو دھرم سے عقیدت کا اظہار کرنا اسے پسند نہیں تھا۔ میں اس بات کو محسوس کرتا تھا مگر جواد سے اس سلسلے میں میری کوئی بات نہیں ہوئی۔ جواد کے لئے جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جواد دولت مند ہوگیا۔ مجھے خوشی تھی کہ وہ اپنے دکھ درد بھول کر خوش حال زندگی گزار رہا تھا مگر بزرگوں کا یہ قول سچ ثابت ہوا کہ انسان جب بے انتہا دولت کا مالک بن جاتا ہے

تو اس کو ہری ہری سوجھتی ہے۔ وہ گناہ کی طرف راغب ہونے لگتا ہے۔ جواد کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہو گئی تھی۔ دولت مند بن جانے کے بعد اس نے ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کر دیئے۔ اس نے بری عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانا اور کوٹھوں پر آنا جانا بھی شروع کر دیا تھا۔ مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں تو ایک پجاری تھا۔ ایک سادھو جس کا کام دھیان گیان تھا۔ میں اپنے دوست کو خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ خود میں بھی شکتی کے گھمنڈ میں مغرور ہو چکا تھا۔ عورت اور دولت میرے لئے کوئی وقعت نہ رکھتے تھے۔ ہر وقت میں اپنی دھن میں مست رہتا تھا اس لئے مجھے جواد کے مشغلوں پر بھی کوئی اعتراض نہ تھا لیکن کلکتے میں ایک روز ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے پورے شہر میں میری شکتی کی دھوم مچا دی۔ اس حادثے کا میری زندگی پر کیا اثر پڑا یہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔

اس روز میں حسب معمول جب دن بھر کی آوارہ گردی سے واپس آیا تو خلاف توقع جواد کو گھر پر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جواد کے چہرے پر الجھن اور پریشانی دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کچھ فکر مند ضرور ہے۔ میں نے وجہ پوچھی تو وہ ٹال مٹول کرنے لگا لیکن جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا۔

''افضل بیگ، میں تمہیں ان معاملات میں الجھانا نہیں چاہتا تھا لیکن اب جب تم اصرار کر رہے ہو تو مجبوراً مجھے یہ سب کچھ بتانا پڑ رہا ہے مگر اس شرط پر کہ تم اس سلسلے میں میری مدد ضرور کرو گے۔''

''کہو تو سہی، آخر معاملہ کیا ہے؟'' میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

''میرے دوست، آج ایک دو کوڑی کی طوائف نے بھری محفل میں میری بے عزتی کر دی۔ اگر میرے اندر تمہارے جیسی قوت ہوتی تو میں اسے مزا چکھائے بغیر واپس نہ آتا۔''

''اگر وہ دو کوڑی کی ویشیا تھی تو اس کے کوٹھے پر کس لئے گئے تھے۔'' میں نے مسکرا کر پوچھا تو جواد لاجواب ہو گیا۔ کچھ دیر تک میں جواد کو یونہی چھیڑتا رہا پھر بولا۔ ''تم نے یہ بات کہہ کر میرے دل کو دکھ پہنچایا ہے کہ اگر تم مہان شکتی کے مالک ہوتے تو ویشیا کو سزا دیئے بغیر نہ آتے۔ کیا میں اور تم الگ الگ ہیں۔''

''یہ بات نہیں افضل بیگ۔'' جواد جلدی سے بولا۔ ''میں مفت میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔''

''میری پریشانی کی بھی بھلی کہی تم نے۔'' میں نے خم ٹھونک کر کہا۔ ''اس دھرتی پر سوائے پاربتی، شیو شنکر مہاراج اور دیوتاؤں کے کوئی اور نہیں جو مجھ سے آنکھ ملا کر بات کر سکے۔ تم اگر کہو تو میں اس کسبی کو ابھی یہاں آنے پر مجبور کر دوں۔ میرے بیر اسے چٹیا سے تھام کر گھسیٹتے ہوئے لا کر تمہارے قدموں میں ڈال دیں گے۔''

''نہیں افضل بیگ۔'' جواد نے جوش میں آ کر کہا۔ ''اگر تم نے اسے یہاں بلا کر کوئی سزا دی تو مزا



نہیں آئے گا۔ اس کم بخت عورت نے بھری محفل میں میری بے عزتی کی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی طرح بھری محفل میں اس کی بے عزتی ہو۔''

''تم جو چاہتے ہو وہی ہو گا۔ میں کل ہی تمہارے ساتھ چلوں گا اور ایسا تماشا دکھاؤں گا کہ تم بھی دنگ رہ جاؤ گے۔''

''افضل بیگ، لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ کہیں غصے میں بے قابو ہو کر تم اس عورت کو کہیں ایسی سزا نہ دے بیٹھنا کہ وہ کسی کو صورت دکھانے کے قابل نہ رہ جائے۔''

''اچھا تو بہت سندر ہے وہ ویشیا کیوں۔''

''سندر۔'' جواد نے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''مجھے تو اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں تم اسے دیکھ کر اپنے جنتر منتر ہی نہ بھول جاؤ اور وہیں کے ہو رہو۔''

''تم کیا جانو جواد کے سندرتا کسے کہتے ہیں۔'' میں نے جواد کو مخاطب کیا پھر پاربتی کے دھیان میں گم ہو گیا۔

دوسرے دن میں جواد کے ساتھ اس عورت کے گھر پہنچ گیا۔ جہاں میں نے اس کے ساتھ جانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس ناچنے والی کا کوٹھا دوسری طوائفوں سے الگ تھلگ تھا پھر بھی اس کے کوٹھے کے نیچے جھلملاتی گاڑیوں کی لائن لگی ہوئی تھی۔ اوپر سے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جواد اس وقت بہترین لباس میں تھا مگر میں نے کھدر کا پاجامہ اور کرتہ پہن رکھا تھا۔ زینوں سے گزر کر ہم اوپر پہنچے تو ایک پٹھان نما چوکیدار نے ہمیں روک لیا اور سخت لہجے میں بولا۔

''اندر جگہ نہیں ہے۔''

''تم اس کی فکر مت کرو خان صاحب۔ ہم اپنی جگہ خود بنا لیں گے۔'' میں نے چوکیدار سے نرم لہجے میں کہا تو وہ اور گرم ہو گیا اور آنکھیں نکال کر بولا۔

''خو...... ہم تم کو بولا کہ جگہ نہیں ہے۔ تھوڑی دیر سے آنا۔''

جواد نے میری طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے دریافت کر رہا ہو کہ اب کیا ہو گا۔ میں نے جواد کی بات کا جواب دینے کے بجائے چوکیدار کو ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش لیکن جب وہ کسی طرح نہ مانا تو مجھے مجبوراً اس پر ایک جنتر آزمانا پڑا۔ میرے بیروں نے اسے بے بس کر دیا تو میں نے جواد کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ایک تنگ سی غلام گردش کو عبور کر کے ہم اس بڑے ہال میں پہنچ گئے جہاں گانے کی محفل جمی ہوئی تھی۔ چوکیدار کا بیان غلط نہیں تھا۔ اندر تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ میرے لئے اپنی شکتی کا مظاہرہ کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔ چنانچہ میں بے دھڑک ہال میں داخل ہو گیا۔ جہاں بڑے بڑے شرفا اپنی بہترین پوشاکوں میں براجمان تھے۔ جواد میرے ساتھ تھا۔ میری نظر ویشیا پر پڑی تو میں دنگ رہ

گیا۔ وہ حقیقتاً بڑی سندر تھی۔ مجھے نرملا پجارن یاد آ گئی جس نے میرے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ ابھی میں نے نرملا کے بارے میں سوچا ہی رہا تھا کہ ایک نائکا اٹھ کر تیزی سے ہمارے قریب آئی اور جواد کو گھور کر بڑے کرخت لہجے میں بولی۔

''میں نے تم کو کل منع کیا تھا کہ دوبارہ اس کوٹھے کا رخ نہ کرنا۔ سیدھی طرح اپنے ساتھی کو لے کر واپس چلے جاؤ ورنہ آج تمہارے ساتھ شرفا جیسا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔''

''ہم ناچ رنگ دیکھے بنا واپس نہیں جائیں گے۔'' میں نے نائکا کو نفرت سے گھور کر دیکھا۔ ''ویشیا کا کوٹھا کسی کے لئے مخصوص نہیں۔ تمہیں اگر دولت چاہئے تو ہم تمہیں منہ مانگے دام دینے کو تیار ہیں۔''

''بڑا آیا کہیں سے منہ مانگے دام دینے والا۔ کبھی اپنی صورت بھی دیکھی ہے آئینے میں۔ موا کنگلا کہیں کا۔''

میرے جی میں یہی آئی کہ انگلی کی ایک جنبش سے اس ذلیل عورت کو جلا کر بھسم کر دوں لیکن اس طرح بات بگڑ جانے کا خدشہ تھا۔ اس لئے میں نے نائکا کو دوبارہ مخاطب کر کے کہا۔

''تم میرے حلیے پر نہ جاؤ بڑی بی۔ دھن کی ضرورت ہے تو دھن لو۔ اتنا دھن کہ جو کبھی تمہیں خواب میں بھی نصیب نہ ہو گا۔''

''چل دفع ہو یہاں سے۔ بڑا آیا دھن والا کہیں کا۔''

مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے دوسرے افراد بھی ہماری گفتگو سن کر ہماری طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ میں نے ایک نظر نائکا پر ڈالی پھر ایک منتر پڑھ کر چھت کی طرف پھونکا دیا۔ میرا منتر پڑھنا تھا کہ چھت سے بڑے بڑے نوٹوں کی بارش شروع ہو گئی۔ حسین و جمیل نائکا ناچتے ناچتے ایک دم ٹھٹک کر رک گئی۔ محفل میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ سازندوں نے پاگلوں کی طرح نوٹوں کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ نائکا پھٹی پھٹی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے محفل کا رنگ اڑتے دیکھا تو گرج کر بولا۔

''تم سب چلتے پھرتے نظر آؤ۔ آج اس محفل میں ہمارے سوا اور کوئی نہیں رہے گا۔''

نوٹوں کی بارش دیکھ کر لوگ پہلے ہی حیرت زدہ تھے۔ میری خداداد اور جلالی آواز سن کر کچھ لوگ تو بولے بغیر اٹھ کر رخصت ہو گئے جو باقی رہ گئے انہیں میرے بیروں نے دھکے مار کر زینے سے نیچے دھکیل دیا۔ ہال خالی ہوا تو میں نے جواد کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ کر گاؤ تکیئے کے سہارے بیٹھ گیا۔

''ناچ شروع کرو۔'' میں نے حکم دیا۔ ''اگر ہمارے من کو تمہارا ناچ بھایا تو ہم تمہیں اور دھن دیں گے۔ پرنتو اگر ایسا نہ ہوا تو تم سب کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔''



''مہاراج۔'' نائکا نے لپک کر میرے چرن تھام لئے اور گڑگڑا کر بولی۔ ''ہمیں معاف کر دیجئے مہاراج۔ ہم سے بڑی بھول ہوئی جو ہم آپ کو پہچان نہ سکے۔ آپ نے ہمارے کوٹھے پر آ کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔''

میں نے نفرت سے پاؤں کھینچے تو نائکا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ سازندوں نے خوف کے مارے تال چھیڑ دی اور طوائف کے سندر پاؤں حرکت میں آ گئے۔ وہ سرتاپا قیامت تھی۔ جواد نے صحیح کہا تھا۔ پارہ صفت اس کا جسم تھا۔ اس کی آنکھیں ہوس انگیز تھیں اور ادائیں ہوش ربا۔ وہ تھرک رہی تھی اور جواد کی نظروں کی وارفتگی بڑھ رہی تھی۔ جواد کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں لیکن اصل میں، میں اس سمے نرملا پجارن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جس سے میں نے پیار کیا تھا جس کے کارن میں نے اپنا دھرم بدلا جسے اپنانے کے لئے میں نے گنیش دیوتا کا جاپ مکمل کیا تھا لیکن نرملا ارجن مہاراج کا دل بہلانے میں مگن تھی۔ اس نے میرے ساتھ دغا کی تھی جس کے نتیجے میں، میں نے اس کے شریر کی سندرتا کو بگاڑ دیا تھا۔

میں نہ جانے کتنی دیر تک نرملا کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجھے طوائف کے روپ میں نرملا نظر آ رہی تھی۔ جو نہ جانے کہاں اپنی ہڈیوں کا پنجر لئے گھوم رہی ہو گی۔ میرے اوپر بے خودی طاری تھی کہ جواد نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''افضل بیگ، یہی ہے وہ ستم شعار جس کی وجہ سے میری بے عزتی ہوئی تھی۔ اگر اس بدبخت نے شہناز (طوائف کا نام) کی طرف داری نہ کی ہوتی تو بات آگے نہ بڑھتی۔''

میں نے جواد کے اشارے پر گھوم کر دیکھا تو میری بائیں جانب ایک ہٹا کٹا ہندو دھوتی باندھے بیٹھا تھا۔ سفید کرتے کے اندر اس کا چھریرا بدن جھلک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بلا کا اعتماد تھا۔ ہونٹوں کے درمیان سگریٹ دبائے وہ بڑے بازاری انداز میں رقص کرتی ہوئی طوائف کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ کب محفل میں آیا تھا۔ میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ چند لمحوں تک میں اسے گھورتا رہا پھر میں نے نائکا کو مخاطب کر کے اونچی آواز میں کہا۔

''میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ جب تک ہم یہاں ہیں کوئی دوسرا ہمارے رنگ میں بھنگ ڈالنے نہیں آئے گا پھر یہ گستاخ کون ہے جو اندر گھس آیا ہے۔''

''مہاراج۔'' نائکا نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''یہ کلکتے کے بڑے مانے ہوئے پنڈت ہیں اور چھمن داس کے نام سے مشہور ہیں۔ میں بھلا کسی پجاری کو۔''

''اپنی گندی زبان بند کرو ویشیا۔'' میں گرج کر بولا۔ ''ہم کسی ایسے پجاری کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں جو ڈنڈوت کے بنا ہماری سبھا میں گھس آئے اور ہماری آگیا کے بغیر براجمان ہو۔ ہم ایسے منش کو پجاری

نہیں بلکہ اپرادھی کہیں گے۔"

پچھمن داس میری بات سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ میں نے اس کی نظروں کو دیکھا تو فوراً بھانپ گیا کہ اسے دو چار جنتر منتر آتے ہیں چنانچہ میں نے اسے مزید بھڑکانے کے لئے غصیلی آواز میں کہا۔

"پچھمن داس، تم کون ہو یہ میں نہیں جانتا، پرنتو اتنا اوش جانتا ہوں کہ تم نے ہماری سبھا میں آ کر ہمارا اپمان کیا ہے۔ تمہارے لئے کیول ایک ہی راستہ ہے کہ اٹھ کر میرے چرن چھوؤ اور ڈنڈوت کر کے شما چاہو۔"

پچھمن داس جس کے بارے میں مجھے بعد میں پتا چلا تھا وہ کلکتے کا سب سے مہان پجاری سمجھا جاتا تھا۔ میری بات سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور مجھے اپنی خونخوار نظروں سے گھور کر بولا۔

"تم اس شہر میں کوئی نئے پکھیرو دکھائی دیتے ہو۔ اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو چپ چاپ اٹھ کر یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں ایسا شراپ دوں کہ تمہاری آتما بھی تڑپ اٹھے گی۔"

پچھمن داس کو آپے سے باہر ہوتا دیکھ مجھے خوش ہوئی۔ میں نے بدستور بیٹھے بیٹھے اسے مسکرا کر جواب دیا۔

"مہاشے، اگر تم پجاری ہو تو یہ اوش جان لیتے کہ اس سمے تم کس سے بات کر رہے ہو۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟" پچھمن داس نے ہونٹ چباتے ہوئے سوال کیا۔

"نام جان کر کیا کرو گے مہاشے۔ اپنے کام سے کام رکھو پرنتو تمہیں میری آ گیا کا پالن اوش کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر تمہاری مکتی نہیں ہو سکتی۔"

"زبان کو لگام دو اجنبی۔" پچھمن داس غرایا۔ "تم ایک پجاری کا اپمان کر رہے ہو۔ گرو کی سوگند اگر تم ترنت اٹھ کر نہ چلے گئے تو میں تمہیں سارا جیون شما نہیں کروں گا۔"

"اچھا۔ تو آپ نے کوئی گرو بھی پال رکھا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "کیا میں آپ کے گرو گھنٹال کا نام جان سکتا ہوں۔"

"اپرادھی تو نے میرے گرو موہن لال کا بھی اپمان......"

"موہن لال۔" میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ قبل اس کے کہ پچھمن داس اپنا جملہ پورا کرتا، میں نے گرج کر پوچھا۔ "کیا تم سونا گھاٹ والے موہن لال کے چیلے ہو۔"

"ہاں" مجھے وشواس تھا کہ میرے گرو دیو کا نام سن کر تم ضرور چونکو گے۔"

"پچھمن داس، تم نے میرے سامنے موہن لال کا نام لے کر میرے سینے میں سلگتی چنگاریوں کو ہوا دی ہے۔ میں تمہیں کشٹ دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اتنا کہہ کر میں نے آگم کا ایک منتر جاپ کر کے پچھمن داس کی سمت پھونک ماری۔



پچھمن داس کو اس بات کا گمان نہیں تھا کہ میں اس سے زیادہ شکتی کا مالک ہوں۔ اس لئے وہ سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ میرے منتر کے ایک بیر نے ایک ناگ کے روپ میں سامنے آ کر اسے ڈس لیا۔ سانپ کا ڈسنا تھا کہ پچھمن داس کے منہ سے نیلے نیلے جھاگ نکلنے لگے۔ کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح اس نے ایک دو ہچکولے لئے پھر زمین پر الٹ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا۔ اس حادثے نے طوائف اور اس کے سازندوں کو اتنا خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ پتھر کی مورتیوں کی طرح جم کر رہ گئے۔ نائکا کس سمے ہال سے نکل بھاگی، اس کا مجھے علم نہ ہو سکا اس لئے کہ میں پچھمن داس کی طرف متوجہ تھا۔

پھر موہن لال کا خیال آیا۔ موہن لال کا نام سنتے ہی مجھے جوش آ گیا۔ پاربتی کا استھان چھوڑنے کے بعد مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ ابھی مجھے اپنے سب سے بڑے دشمن سے انتقام لینا ہے جس نے ایک عرصے تک مجھے اذیت ناک مصائب سے دوچار کر رکھا تھا۔ مجھے وہ تکلیفیں ایک ایک کر کے پھر یاد آنے لگیں جو موہن لال نے اپنی شکتی کے گھمنڈ میں مجھے پہنچائی تھیں۔ میں اب ان اذیتوں کا انتقام لینے کے بارے میں پوری طرح سنجیدہ ہو چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب میں سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کو زیر کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔

پچھمن داس کا جسم برابر اکڑتا جا رہا تھا۔ میری نظریں اس کے جسم پر مرکوز تھیں لیکن دماغ موہن لال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ابھی میں اپنے خیال میں کھویا ہوا تھا کہ پولیس کے چار جوان ایک انسپکٹر کے ساتھ ہال میں گھس آئے اور مجھے گھیر لیا۔ میں نے نائکا کو ساتھ دیکھا تو سمجھ گیا کہ اسی نے پولیس کو میرے بارے میں اطلاع دی ہوگی۔ چاروں سپاہیوں نے لپک کر مجھے جکڑا اور ہتھ کڑی پہنا دی، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم سے حقیر چوہے لپٹ گئے ہوں۔ لوہے کی زنجیر مجھے کسی کھلونے کی مانند نظر آ رہی تھی۔ میں نے نظر اٹھا کر انسپکٹر کی طرف دیکھا تو وہ کرخت لہجے میں بولا۔

"تم یقیناً افضل بیگ ہو۔ وہی افضل بیگ جس نے حیدر آباد دکن میں اپنے بھائی کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی اور ہمارے محکمے کے ایک ایس پی ماتھر کر ہلاک کیا تھا۔ تمہاری تصویر ہمارے پاس بہت دنوں سے محفوظ ہے۔ تمہاری گرفتاری پر حکومت کی جانب سے ایک بڑا انعام ملنے کی پوری پوری توقع ہے۔"

"تمہارے یہ سپنے کبھی پورے نہیں ہوں گے۔" میں نے انسپکٹر کو گھور کر کہا۔ "میرا کہا مانو تو یہ کھلونا جو تمہارے آدمیوں نے مجھے پہنایا اسے اتار دو ورنہ تمہیں مفت میں پچھتانا پڑے گا۔"

"شٹ اپ۔" انسپکٹر نے ڈپٹ کر جواب دیا۔ "اس قسم کی گیدڑ بھبکیاں میں پہلے بھی بہت سن چکا ہوں۔"

اچانک میری ذہنی رو بہکنے لگی۔ موہن لال کا تصور میرے دل و دماغ میں چکرا رہا تھا۔ میں طے کر چکا تھا کہ پہلی فرصت میں سونا گھاٹ کے پجاری کو ٹھکانے لگاؤں گا۔ ایسی صورت میں، میں پولیس والوں کی مداخلت کیسے برداشت کر سکتا تھا، میرا دل چاہا کہ ان سب کو جلا ڈالوں لیکن جواد کا خیال کر کے مجھے مجبوراً خون کے گھونٹ پینا پڑے۔ سپاہی نے دھکا دیا تو میں خاموشی سے پیچھے ہولیا۔ مجھے خوشی تھی کہ ابھی تک جواد سے کوئی باز پُرس نہیں ہوئی تھی۔ زینے سے اترتے وقت میں نے جواد کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ چپ چاپ کھسک لے۔ جواد میرا اشارہ پاتے ہی ایک لمحے کے لئے جھجکا پھر وہ نیچے اترتے ہی کترا کر نکل گیا۔ میرے لئے اب راستہ صاف تھا۔ نیچے سڑک پر لوگوں کا ہجوم تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو چکا تھا۔ جیپ کے قریب پہنچ کر میں رک گیا تو انسپکٹر نے ہجوم کے سامنے اپنی بہادری کا سکہ جمانے کی خاطر بھرپور آواز میں کہا۔

''سیدھی طرح گاڑی میں بیٹھ جاؤ ورنہ چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔''

''سنو مہاشے، میں تم کو ایک اور موقع دیتا ہوں۔ مکتی چاہتے ہو تو اس کھلونے کو میرے شریر سے الگ کر دو ورنہ اگر مجھے جلال آ گیا تو تمہیں اپنے جیون سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔''

''اس حرام زادے کو دھکے مار کر اندر پھینک دو۔'' انسپکٹر نے بید کے اشارے سے سپاہیوں کو حکم دیا۔

سپاہیوں نے حکم کی تعمیل میں مجھے دھکیلنے کی کوشش کی تو میری کھوپڑی گرم ہو گئی۔ میں نے غصے سے ایک جھٹکا مارا تو سپاہی اچھل کر دور جا پڑے۔ چوتھا سپاہی جس نے ہتھکڑی کا دوسرا سرا اپنے ہاتھ میں باندھ رکھا تھا جھول کر میرے قدموں پر الٹ گیا۔ انسپکٹر نے میری جسمانی طاقت کا اندازہ لگایا تو اپنا سروس ریوالور نکال لیا۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا اور میں نے ایک منتر پڑھ کر خود کو محفوظ کیا پھر ایک جھٹکا دے کر کلائی مروڑی تو لوہے کی زنجیر کڑکڑا کر ٹوٹ گئی۔ اب میں بالکل آزاد تھا۔

''خبردار، اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔'' انسپکٹر نے مجھ سے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

ہجوم ہکا بکا مجھے اور انسپکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے ایک منتر پڑھ کر انسپکٹر کی طرف پھونکا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میرے بیروں نے انسپکٹر کو گولی بھر کر اوپر اٹھا لیا۔ میرے بیر چونکہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے انسپکٹر بظاہر ہوا میں معلق نظر آ رہا تھا۔ خود کو غیر مرئی قوت سے نجات دلانے کی خاطر وہ بچوں کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ہجوم نے میری شکتی کا تماشا دیکھا تو بھگدڑ مچ گئی۔ مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا۔ پوری سڑک پلک جھپکتے ہی ویران ہو گئی۔

''مہاراج، بھگوان کے لئے شما کر دو۔'' انسپکٹر نے رندھی ہوئی آواز میں کہا تو میں مسکرا کر بولا۔



''میں نے تم کو پہلے ہی سمجھایا تھا کہ مجھے مت چھیڑو، پر تو تم نے میری بات نہیں سنی اس لئے اب تمہیں اس کی تھوڑی بہت سزا تو ہر حال میں بھگتنی ہو گی۔''

''دیا کرو مہاراج۔''

''مورکھ، پجاریوں کو چھیڑ کر اب دیا کی بھکشا مانگ رہا ہے۔'' میں نے حقارت سے کہا پھر گھوم کر ایک طرف چل دیا۔

میرا ذہن موہن لال میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ آپ نے یہ طویل سرگزشت پڑھی ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے اس خارزار میں محض موہن لال کی وجہ سے قدم رکھا تھا۔ میں موہن لال کی آتما کا راز جاننے کے لئے سونا گھاٹ سے روانہ ہوا تھا۔ موہن لال سے کئی بار میری مڈبھیڑ ہوئی۔ میں نے دیوی کی ناراضگی مول لی اور اپنی مہان شکتی موہن لال کی وجہ سے کھو بیٹھا۔ گزشتہ ملاقات میں، موہن لال سے معافی مانگ چکا تھا۔ اس سے کہہ چکا تھا کہ اب میرے دل میں اس کے لئے کدورت باقی نہیں ہے۔ تین سال دیوی کے استھان پر رہنے کے بعد بھی مجھے موہن لال کا خیال نہیں آیا اور نہ دیوی نے اس سلسلے میں کبھی کوئی ذکر کیا۔ اصل میں جب بھی میں نے موہن لال سے انتقام لینے کی سوچی میرے اوپر مصیبتیں نازل ہوئیں۔ بات یہ تھی کہ موہن لال پجاریوں میں سب سے مہان اور بلوانوں میں سب سے بلوان، غیر معمولی قوتوں کا مالک ایک عجیب و غریب پجاری تھا۔ میں نے ہمیشہ اس کی شکتی کا تخمینہ غلط طور پر کیا اور ہر بار اپنی عجلت اور جذباتی طبیعت کے سبب نقصان اٹھایا۔ میں نے اس سے معافی مانگ لی تھی اور اصولاً اب مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کا خیال دل میں نہیں لانا چاہئے تھا لیکن اب بات دوسری تھی۔ میں عمر کا بڑا اور قیمتی حصہ شکتی حاصل کرنے، اسے کھونے اور پھر حاصل کرنے اور ریاضت میں لگا چکا تھا۔ اب میرے اندر اعتدال بھی آ چکا تھا اور نوجوانی کی وہ سرکشی اور باغیانہ انداز میں بھی رخصت ہو چکا تھا۔ جس نے مجھے اتنے پُراسرار حالات سے دوچار کیا تھا۔ میں اب موہن لال سے کم شکتی کا مالک نہیں تھا چنانچہ اچانک اس کا نام سن کر میرے دل میں شدید نفرت جاگ اٹھی اور میں اس سے ایک آخری معرکا کرنے کی سوچنے لگا۔ اگر میں اس سے انتقام نہ لیتا تو پھر یہ سارا کھیل بیکار تھا۔ ان سطور کو لکھنے کی ضرورت یوں پڑی کہ میں آپ کو سونا گھاٹ کے پجاری سے اپنے انتقام کا جواز بتانا چاہتا ہوں۔ تمام باتیں اپنی جگہ درست ہیں مگر میں انتقام چاہتا تھا۔ معاملہ خالص جذباتی تھا اور یہ میری انا کا معاملہ تھا۔

سو میں اپنی دھن میں مست، تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا رہا پھر ایک جگہ رک کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور شیو جی مہاراج کا جنتر پڑھنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے شریر کی تمام شکتی سمٹ کر میری آنکھوں میں آ گئی ہو۔ میں نے پاربتی کا نام لے کر دوبارہ آنکھیں موند لیں تو موہن لال میری نظروں کے سامنے تھا۔ اس سمے وہ ایک خوب صورت اور

نازک بدن لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھا۔ موہن لال کو اس حالت میں دیکھ کر میرا خون کھول اٹھا۔ بے اختیار میری زبان سے نکلا۔

''پاپی، اب تیرے برے دن آ چکے ہیں، میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا جسے تو سارا جیون یاد رکھے گا۔''

میری زبان سے یہ شبد نکلے ہی تھے کہ میں نے موہن لال کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ وہ خوب صورت لڑکی کو ایک جھٹکے سے دور پھینک کر غضب ناک انداز میں کھڑا ہوا۔ مجھے اس بات پر کوئی اچنبھا نہیں ہوا کہ موہن لال نے سینکڑوں میل دور ہونے کے باوجود میری آواز کیسے سن لی تھی۔ دیوی اور دیوتاؤں کے جاپ کرنے کے بعد پجاریوں کے اندر ایسی شکتی کا پیدا ہو جانا کہ وہ ہزاروں میل دور سے بھی سب کچھ دیکھ اور سن سکیں، کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ میں دیکھ رہا تھا کہ میری آواز سن لینے کے بعد موہن لال بپھرے ہوئے زخمی درندے کی مانند اٹھا اور پرانے مندر کے تہ خانے میں کھڑا بڑے غصے میں اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس کا بھاری بھرکم چہرہ خون کی تمازت سے تپ کر دمکتے ہوئے لوہے کی مانند سرخ ہو گیا تھا۔ اچانک اس نے سینکڑوں میل دور سے میری طرف خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئی کہا۔

''کرشن کمار، تم ..... تم بھول گئے کہ تم یہاں کیا کہہ کر گئے تھے۔''

اتنا کہہ کر موہن لال نے نہ جانے کیا منتر پڑھ کر میری سمت ہاتھ اٹھایا کہ ہمارے درمیان سیاہی کی چادر تن گئی۔ پرانے مندر کے تہ خانے کا سارا منظر تاریکی میں مدغم ہو گیا۔ میں نے تلملا کر آنکھیں کھول دیں اور پاربتی کا شبھ نام لے کر آگے بڑھنے لگا۔ بڑھتا رہا ..... بڑھتا رہا۔ میرے ذہن پر ایک نامعلوم سی مدہوشی طاری تھی۔ میں پاربتی کے دھیان میں اتنا مست تھا کہ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن جب یہ کیفیت دور ہوئی تو میں نے خود کو سونا گھاٹ کے اسی پرانے مندر کے سامنے کھڑا پایا جہاں پہلی بار میری اور موہن لال کی ملاقات ہوئی تھی۔ پرانے مندر کو جو موہن لال کا مسکن تھا۔ اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ کر میری آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ میں لپکتا ہوا تہ خانے میں پہنچا تو تہ خانہ خالی تھا۔ میں نے موہن لال کے صندلی تابوت میں جھانکا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید موہن لال مجھ سے ڈر کر بھاگ گیا ہے۔ میں واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ سونا گھاٹ کا ہٹا کٹا پجاری تہ خانے کے دروازے پر سینہ تانے کھڑا مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کرشن کمار، تم پھر میرے سامنے آ گئے۔ میرا خیال ہے کہ ایک بار سوچ لو۔ اس سے پہلے کئی بار تم کشٹ اٹھا چکے ہو۔ یدی (اگر) تم چاہو تو میں تمہیں پھر اپنی شکتی کا کوئی نیا تماشا دکھاؤں۔''



میں نے سرد لہجے میں سونا گھاٹ کے پجاری کو جواب دیا۔

''موہن لال، میں تمہاری شکتی جانتا ہوں لیکن تمہیں معلوم ہے کہ میں اب پہلے جیسا کرشن کمار نہیں، اب وہ بات بھی نہیں جو پہلے تھی۔ ہم دونوں یہاں ہیں اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم دونوں ایک ساتھ اس سنسار میں رہیں۔ اپنی شکتی کو آزماؤ۔ میں تم سے انتقام لینے اور تمہیں ختم کرنے آیا ہوں۔''

موہن لال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ وہ کہنے لگا۔

''مجھے پتا ہے کرشن کمار کہ اب شکتی کے معاملے میں تم میرے برابر آ چکے ہو۔ مجھے سب پتا ہے اور میں سویم (خود) پسند کرتا کہ موہن لال جیسی شکتی کا کوئی پجاری اس سنسار میں رہے۔ میں بھی تمہیں ختم کرنا چاہتا ہوں اور میرے لئے یہ آسان کام ہے۔ تم نے کئی موقعوں پر مجھے آزمایا ہے۔ تم یہ سیدھی سادی بات کیوں بھول رہے ہو کہ برابر کی شکتی والے جب ٹکراتے ہیں تو وجے (فتح) کسی ایک کی اوش ہوتی ہے جو سمجھ بوجھ سے زیادہ کام لیتا ہے اور سمجھ سے وہی کام لیتا ہے جس کا جیون تجربوں میں بیتا ہو۔''

''کھل کر کہو موہن لال، آخر چکر کیا ہے۔'' میں نے موہن لال سے نظر ملاتے ہوئے کہا۔ ''پہلے تو تم نے اس قسم کی باتیں نہیں کی تھیں۔''

''صرف اس لئے کہ پہلے تم میرے چرنوں کی دھول بھی نہ تھے۔''

''اوہ۔'' میں نے پراعتماد انداز میں کہا۔ ''یہ کیوں نہیں کہتے کہ اب تم میری شکتی سے خوف زدہ ہو۔''

''بالکوں جیسی باتیں کیوں کر رہے ہو کرشن کمار۔'' موہن لال بڑی سنجیدگی سے بولا۔ ''تم نے افضل بیگ سے کرشن کمار بننے میں کتنے پاپڑ پیلے ہیں، یہ میں خوب جانتا ہوں۔ پرنتو تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ میں جنم جنم سے مہان پجاری ہوں۔ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ سنسار کا کونا کونا چھان مارا ہے۔ دھرتی کے سارے عیش کئے۔ میری بات مان لو تم ابھی بالک ہو۔ مہان شکتی کے گھمنڈ نے سوچنے سمجھنے سے محروم کر دیا ہے لیکن یہ تمہاری بھول ہے کرشن کمار۔ میں تمہیں موقع دیتا ہوں۔ ابھی سنسار میں کچھ دن اور جی لو۔ ابھی تم نے دھرتی پر دیکھا ہی کیا ہے۔ جاؤ اور اپنی شکتی کا مزہ لوٹو۔''

''موہن لال۔'' میں نے قدرے برہمی سے کہا۔ ''اتنی لمبی چوڑی باتوں سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ جب تک تمہیں شکست نہ دوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ ہم دونوں دیوی کے مہان پجاری ہیں، بہتر ہے کہ آج اس بات کا فیصلہ ہو جائے کہ ہم میں سے زیادہ بلوان کون ہے اور کون دیوی کے زیادہ قریب ہے۔ یوں بھی ایک میان میں دو تلواریں کبھی نہیں سما سکتیں۔''

''پھر سوچ لو کرشن کمار، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وجے میری ہوگی۔ تم کئی بار حملے کر چکے اور کشٹ اٹھا چکے ہو۔''

''یہ تو آنے والا سمے تمہیں بتائے گا موہن لال کہ کون پچھتاتا ہے۔'' میں نے سینہ تان کر کہا تو موہن لال کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہوگئی۔ وہ مجھے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔

''میں سمجھ رہا ہوں کرشن کمار کہ تم کیا چاہتے ہو۔ میں بھی دیوی پر تمہارا ادھیکار نہیں چاہتا۔ پرنتو بلوانوں میں لڑائی ہے۔ سو میں ایک بار تم سے یہی کہوں گا کہ آگ سے کھیلنے کی کوشش مت کرو۔ نہیں تو جل کر بھسم ہو جاؤ گے۔''

''اس بات کی چنتا نہ کرو موہن لال۔ کیا تمہیں اب اپنی جیت پر وشواس نہیں رہا۔''

''مجھے ہر بات پر وشواس ہے لیکن کرشن کمار مجھے تمہاری جوانی پر ترس بھی آ رہا ہے۔ اس لئے ضد نہ کرو۔ میرا کہا مانو اور میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔''

''موہن لال۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''دیوی کی کرپا سے اب میں نے اتنی شکتی پراپت کر لی ہے کہ من کا بھید جان سکوں، میں جانتا ہوں کہ تم مجھے دھوکے میں رکھ کر مارنا چاہتے ہو۔ پرنتو تمہاری یہ آشا کبھی پوری نہیں ہوگی۔ آج کوئی فیصلہ ہو کر رہے گا۔''

''اچھا، اگر تم نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔''

''موہن لال میں پہل نہیں کروں گا۔ تم باتیں کم کرو اور اپنا تماشا شروع کرو۔'' میں نے غضب ناک انداز میں کہا۔

اتنا سن کر موہن لال کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے۔ وہ کسی جنتر کا جاپ شروع کر چکا تھا اور میں اس بات کا منتظر تھا کہ وہ مجھ پر حملہ کرے تو میں اسے مزہ چکھاؤں۔ کچھ دیر تہ خانے میں ہولناک سناٹا چھایا رہا پھر موہن لال نے اپنا جاپ ختم کر کے میری طرف پھونک ماری۔ بھڑکتے شعلے نمودار ہو کر میری سمت لپکے لیکن میں اس کا پہلے ہی توڑ کر چکا تھا۔ چنانچہ آگ کے شعلے میرے شریر سے ٹکرا کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ میں کسی آہنی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ موہن لال نے جھلا کر اپنے پاؤں زمین پر مارے۔ یہ وہی عمل تھا جس کا مظاہرہ وہ ایک بار پہلے بھی کر چکا تھا۔ جس جگہ پاؤں مارے تھے وہاں سے دو کوڑیالے ناگ نمودار ہو کر میری طرف بڑھے۔ میں نے پاربتی کا نام لے کر ایک منتر پڑھا اور شہادت کی انگلی اٹھا کر جھٹک دی۔ میرا انگلی جھٹکنا تھا کہ دونوں ناگ درمیان سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک لمحے کے لئے وہ پختہ فرش پر تڑپتے رہے پھر غائب ہو گئے۔ میں نے موہن لال کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

''موہن لال، تم جو یہ کھیل تماشے کر رہے ہو۔ اس کا توڑ تو چھوٹے موٹے مداری اور سپیرے بھی کر لیتے ہیں۔ مجھ سے ٹکرانے کے لئے تمہیں کوئی ایسا وار کرنا ہوگا جو میرے شایان شان ہو۔''

موہن لال نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ میرا جملہ سن کر اس کی آنکھوں میں خون اتر



آیا تھا۔

مجھے موہن لال کی کسمساہٹ سے لطف آیا۔ چنانچہ میں نے اسے مزید چڑانے کے لئے کہا۔

''تم اداکاری اچھی خاصی کر لیتے ہو۔ اگر مندروں کے بجائے تم کسی نوٹنکی میں ہوتے تو بہت بڑے کلاکار بن سکتے تھے۔''

موہن لال نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش کھڑا میری سمت دیکھتا رہا۔ میں اپنی جگہ یہی سمجھ رہا تھا کہ موہن لال مجھ سے مقابلہ کرنے سے کترانا چاہتا ہے۔ اس خیال نے مجھے کچھ اور بے پروا بنا دیا۔ اس کی حالت پر دل کھول کر قہقہے لگانا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کی مہلت نہیں ملی۔ جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں کی چھت سے اچانک کھولتے ہوئے بدبودار پانی کی بارش شروع ہوگئی۔ حملہ اس قدر اچانک تھا کہ میں اس کا کوئی توڑ نہ کر سکا۔ خود کو بچانے کی خاطر تیزی سے ایک سمت ہٹا لیکن اتنی دیر میں میرے جسم پر لاتعداد آبلے پڑ چکے تھے جن کی اذیت ناک تکلیف نے مجھے دیوانہ بنا دیا۔ میں نے غصے کی حالت میں ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے بیروں نے خون آشام بھیڑیوں کے روپ میں نمودار ہو کر موہن لال کو گھیر لیا۔ مجھے وشواس تھا کہ اب موہن لال میرے بیروں کے ہاتھوں نہیں بچ سکے گا مگر موہن لال نے ایک جست لگائی اور اچھل کر بھیڑیوں کے نرغے سے نکل گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے بیر آناً فاناً جل کر بھسم ہو گئے۔ میں نے دوسرا حملہ کیا مگر وہ بھی کارگر نہ ہوا۔ تیسری بار میں نے آگم بتیال کا ایک انتہائی خطرناک منتر پڑھ ڈالا۔ منتر کا جاپ جیسے ہی ختم ہوا اس کے بیر نے موہن لال کی پشت سے نمودار ہو کر اس کی کولی بھر لی اور اسے سر سے بلند کر کے فرش پر اتنی زور سے پٹخا کہ موہن لال درد سے چلا پڑا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے بل کھا کر اٹھا اور اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کر میرے بیر کی طرف جھٹک دیا۔ میرے بیر نے بچاؤ کی کوشش کی لیکن موہن لال کے ہاتھ سے نکلتے ہوئے شعلوں نے اسے جلا کر رکھ دیا۔

ہم دونوں میں دیر تک اس طرح معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ ہم دونوں ایک دوسرے پر جنتر منتر آزماتے رہے۔ تہ خانے میں کبھی خطرناک جانوروں کی آوازیں گونجنے لگتیں تو کبھی آگ کے شعلے بلند ہونے لگتے۔ رات گزر گئی مگر دونوں میں سے کوئی کسی کو شکست نہیں دے سکا۔ ہم نے نفسیاتی لڑائی بھی کی۔ میں موہن لال کو اور وہ مجھے ڈراتا رہا۔ خوف زدہ کرتا رہا۔ صبح تک ہم تھک چکے تھے۔

علی الصباح میں نے جلدی سے ایک دوسرا منتر پڑھنا شروع کر دیا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا جاپ پورا کرتا موہن لال نے پلٹ کر انتہائی سرعت سے مجھ پر وار کر دیا۔ میں نے منتر چھوڑ کر اپنا بچاؤ کرنا چاہا لیکن موہن لال کے بیروں نے ڈراؤنی صورت میں نمودار ہو کر مجھے جکڑ لیا۔ ان کی گرفت اس قدر سخت تھی کہ میرا دم گھٹنے لگا۔ مجھے اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے اس تکلیف کو

بھول کر توڑ کرنے کے لئے ایک منتر پڑھنا چاہا لیکن موہن لال میرے ارادے کو بھانپ چکا تھا۔ اس نے تیزی سے اپنے سینے کا ایک بال توڑ کر میری طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ میرے لئے حیرت انگیز تھا۔ میرے ہونٹ اس طرح ایک دوسرے سے چپک کر رہ گئے تھے جیسے انہیں سی دیا گیا ہو۔ ہونٹوں کے علاوہ میری زبان بھی تالو سے چپک کر رہ گئی۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اس کا کوئی تدارک کروں کہ موہن لال کے خطرناک بیروں نے مجھے رسیوں سے جکڑ کر فرش پر ڈال دیا۔

اب میں پوری طرح بے بس ہو چکا تھا۔ موہن لال نے مجھے بے بس دیکھ کر اپنا الٹا پاؤں فرش پر مارا تو اس کے بیر غائب ہو گئے۔ مندر کے تہ خانے میں اب سوائے میرے اور موہن لال کے کوئی تیسرا نہیں تھا۔ وہ مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے سامنے قربانی کے بے زبان بکرے کی طرح بندھا پڑا تھا۔ ہونٹ اور زبان بند ہو جانے کے بعد اب نہ تو میں کوئی منتر پڑھ سکتا تھا اور نہ کچھ بول سکتا تھا۔

''کیوں کرشن کمار...... میں نے تم سے کہا تھا کہ جیت ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جو سمجھ سے کام لے۔'' موہن لال نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں نے حقارت سے نظریں پھیر لیں تو موہن لال کی آواز پھر میری سماعت سے ٹکرائی۔

''تم اس لمحے میری دیا کے محتاج ہو کرشن کمار۔ دشمن پر دیا کھانا میرے اصول کے خلاف ہے۔ میں اگر چاہوں تو ایک اشارے سے تم کو نرکھ میں جھونک سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تم نے مجھے بہت دکھ دیئے ہیں۔ اس بار تمہیں شما نہیں کی جائے گی۔ میں تمہیں سکا سکا اور تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ ایسا شراپ دوں گا کہ تمہاری آتما بھی تڑپ اٹھے۔''

میں جانتا تھا کہ موہن لال مجھ پر کبھی دیا نہیں کرے گا لیکن اس وقت نہ تو مجھے اپنی موت کا خوف تھا، نہ ہی اپنی بے بسی کا ملال تھا۔ میں نے پاربتی کے معاملے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ جس کو حاصل کرنے کی خاطر میں نے دنیا کو تیاگ کر صرف اسی کی پوجا کی تھی۔ مجھے سونا گھاٹ آنے سے پہلے پورا وشواس تھا کہ موہن لال کو ٹھکانے لگا کر بلا شرکت غیرے پاربتی کا دعوے دار بن جاؤں گا اور پھر اپنا جیون اس کے استھان پر گزار دوں گا لیکن حالات نے مجھے اس قدر بے بس کر دیا تھا کہ میں اپنی زبان ہلانے سے بھی قاصر تھا۔ میرے ذہن میں موت کے بھیانک تصور سے زیادہ رہ رہ کر یہی ایک آشا مچل رہی تھی کہ مرنے سے پہلے میں آخری بار دیوی کا درشن کر لوں۔ میرے دل کی دھڑکن اس لمحے پاربتی کا شبھ نام جپ رہی تھی۔ میں ابھی دیوی کے دھیان میں مست تھا کہ موہن لال نے مجھ سے مخاطب کر کے کہا۔

''کرشن کمار، کیا مرنے سے پیشتر تم اپنی آخری خواہش کا اظہار نہیں کرو گے۔''

موہن لال کا جملہ سن کر میں نے حسرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر ایک سرد آہ بھر کر آنکھیں موند لیں تو موہن لال میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔



''دیکھ لیا تم نے۔ میں نہ کہتا تھا سوچ لو۔ اب پھر تمہارے چہرے پر یہ کرب کیسا ہے اپنے بیروں کو آواز کیوں نہیں دیتے کرشن کمار۔''

میں جواب دینے کے بجائے آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔ میرا ذہن ایک بار پھر پاربتی کے تصور میں گم ہوگیا۔ دیوی کے درشن کی آشا نے مجھے ایسا بے چین کیا کہ میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا ذہن گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا ہو۔ مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی اور پھر اچانک صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دماغ کو معطر کر گئی۔ مدہوشی کے عالم میں، میں نے دیکھا کہ طاقت کی عظیم دیوی میرے سامنے کھڑی ہے لیکن اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھا۔ میں نے پاربتی کو آج پہلی بار اس قدر ملول دیکھا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہی تھی۔ اس کی مدبھری آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ابھی میں دیوی کی من موہنی صورت کو جی بھر کر دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''کرشن کمار، تم نے میرے لئے کٹھن پرکشا کی ہے اسی کارن میں اس سمے تم کو موہن لال کے کشٹ سے بچا کر کہیں اور پہنچانے کے لئے آئی ہوں۔ پرنتو کل کیا ہوگا۔ وہ تمہارے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے۔ اس لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔''

پاربتی دیوی کے اس جملے کے بعد میرا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

سونا گھاٹ کے خوفناک پجاری نے مجھے پُراسرار منتروں کے زور سے اتنا بے بس کر دیا تھا کہ نہ تو میں زبان ہلا سکتا تھا نہ ہونٹوں کو جنبش دینے کے قابل تھا۔ پاربتی نے عین وقت پر میری مدد نہ کی ہوتی تو میرا اختتام یقینی تھا۔ جب میری آنکھیں کھلیں تو میں نے خود کو متھرا کی ایک بارونق سڑک پر پڑا ہوا پایا۔ پاربتی نے ایک بار پھر میرے حال پر ترس کھایا اور مجھے موذی موہن لال کے شکنجے سے بچا کر یہاں پہنچا دیا۔ میں نے یہ بہت غنیمت جانا ورنہ اس داستان کا لکھنے والا ہی اس دنیا میں موجود نہ ہوتا۔

سونا گھاٹ کے پرانے مندر کے تہ خانے میں میرے اوپر جو کچھ گزری تھی اس کا ایک ایک منظر میری نظروں کے سامنے گھومنے لگا مگر مجھے اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ طاقت کی عظیم دیوی، شیو شنکر مہاراج کی دھرم پتنی، گنیش دیوتا کی خالق اور اما، بھیروی، امبیکا، ستی، کالی اور درگا جیسی متعدد وصفی اسما کی حامل پاربتی جب مجھ پر مہربان تھی تو پھر آخر وہ کون سی طاقت تھی جو مجھے موہن لال کے مقابلے میں ہمیشہ شکست سے دوچار کرتی تھی؟ کیا موہن لال نے یہ بات صحیح کہی تھی کہ میں مہان شکتی پراپت کرنے کے باوجود ابھی تک ناپختہ کار ہوں؟ میں جذباتی ہوں اور جلد مشتعل ہو جاتا ہوں۔ میں نے اس لڑائی میں

شروع سے اب تک اپنی نادانیوں کی وجہ سے منہ کی کھائی! معاً پاربتی کے کہے ہوئے آخری جملے میرے ذہن میں گونج اٹھے۔

''جو کچھ تمہارے بھاگ میں لکھا ہے وہ اوش پورا ہوگا۔''

''مگر میرے بھاگ میں کیا لکھا تھا؟''

میں سڑک کے کنارے کھڑا ان باتوں پر غور کرتا رہا پھر یوں ہی ایک سمت قدم اٹھانے لگا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ موہن لال سے شکست کھانے کے بعد اب میرا دوبارہ اس کے مقابلے پر جانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟ ابھی میں اپنے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کسی نے پشت سے میرا نام لے کر پکارا۔ میں نے تیزی سے گھوم کر دیکھا تو میرے محکمے کا ایک پرانا ساتھی روی شنکر تیز تیز قدم اٹھاتا میری طرف بڑھتا چلا آرہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک بغور دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

''افضل بیگ تم! ہمیں تو یہ خبر ملی تھی کہ تم سونا گھاٹ سے پُراسرار طور پر غائب ہوگئے تھے۔ بھانت بھانت کی باتیں مشہور ہوئیں تمہارے بارے میں۔ کچھ متروں (دوستوں) نے تو یہ تک مشہور کردیا کہ تم سونا گھاٹ کے مہان پجاری موہن لال جی مہاراج سے ٹکرانے کے لئے پرانے مندر کے تہ خانے میں گئے تھے لیکن پجاری مہاراج کی آتما نے تمہیں جان سے مار ڈالا۔ کہاں رہے اتنے دنوں؟''

''میری کہانی بڑی طویل ہے شنکر کبھی اطمینان سے سناؤں گا۔'' میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا پھر پوچھا۔ ''تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟''

''بھگوان کی دیا ہے؟'' روی شنکر نے سنجیدگی سے کہا پھر میرے چہرے کے تاثرات بغور دیکھتا ہوا بولا۔ ''کیا بات ہے افضل بیگ، تم مجھے اس سے کچھ بیاکل نظر آتے ہو؟''

''ہاں، آج کل میں کچھ پریشان ہوں۔''

''متھرا کب آنا ہوا؟''

''آج ہی آیا ہوں۔'' میں نے روکھے لہجے میں کہا۔ ''ایک ضروری کام تھا۔''

''ٹھہرے کہاں ہوں؟''

روی شنکر کے اس سوال پر میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ روی شنکر نے مجھے خاموش دیکھا تو مسکرا کر کہا۔

''متروں سے کیا پردہ افضل بیگ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پریشان ہو۔ میرا غریب خانہ حاضر ہے تم جب تک چاہو آرام سے رہ سکتے ہو۔ چنتا کی کوئی بات نہیں۔''

روی شنکر نے زیادہ اصرار کیا تو میں اس کے ساتھ جانے کو تیار ہوگیا۔ مجھے خوشی تھی کہ سکون سے



کچھ دن گزارنے کا بندوبست ہوگیا۔ راستے بھر روی شنکر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا اور میں اپنے بارے میں اسے گول مول جواب دیتا رہا۔ گھر پہنچ کر اس کا رویہ کچھ اور نرم ہوگیا۔ اگر میں عام حالات میں روی شنکر سے ملا ہوتا تو اس بات پر یقیناً مجھے تعجب ہوتا کہ روی شنکر جو محکمے میں انتہائی بدمزاج، اکھڑ اور بدگفتار افسر مشہور تھا مجھ سے اس قدر مہربانی سے کیوں پیش آرہا ہے لیکن اس وقت میرا ذہن منتشر تھا اس لئے میں نے ان باتوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ میں اس کے خوب صورت ڈرائنگ روم میں بیٹھا باتیں کرتا رہا کہ اچانک روی شنکر نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

''میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم افضل بیگ سے کرشن کمار بن گئے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''ہاں!'' میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

''کیا یہ بھی سچ ہے کہ تم نے موہن لال جی مہاراج سے مقابلے کی ٹھان لی تھی؟''

میں نے چونک کر ایک نظر روی شنکر پر ڈالی پھر نظریں نیچی کر کے سوچنے لگا کہ آخر ان باتوں کا علم اسے کیسے ہوگیا۔ ابھی میں اس سوال کا جواب سوچ ہی رہا تھا کہ دوسرا سوال کیا گیا۔

''کس وچار میں گم ہو کرشن کمار؟''

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے سر پر چھت آن پڑی ہو۔ وہ آواز روی شنکر کی نہیں تھی۔ میں نے تیزی سے نظریں اٹھائیں تو بوکھلا گیا۔ روی شنکر کے بجائے اس وقت میرے سامنے سونا گھاٹ کا ہٹا کٹا پجاری موہن لال ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ لئے پورے دبدبے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

''تم......'' میں گھبراہٹ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ میں سمجھ گیا کہ موہن لال نے اپنی شکتی کے زور سے روی شنکر کا روپ دھار کر مجھے اپنے چنگل میں پھانسنے کی کوشش کی ہے۔

''گھبراؤ نہیں کرشن کمار۔'' موہن لال نے مسکراتے ہوئے بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔ ''ہم دونوں اب مہان شکتی کے مالک ہیں مگر تمہاری طرح بزدل نہیں ہوں۔ ہمیں بلوانوں کی طرح ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ میں اگر چاہتا تو تمہیں سڑک پر اچانک ہی ختم کر دیتا پرنتو یہ بات ایک مہان پجاری کو شوبھا نہیں دیتی اس کارن میں تمہیں روی شنکر کے روپ میں یہاں لے آیا ہوں۔ بیاکل مت ہو...... آرام سے بیٹھ کر باتیں کرو۔ مقابلہ تو ہمارا تمہارا ہونا ہی ہے۔''

''موہن لال۔'' میں نے جی کڑا کر کے کہا۔ ''میں تمہارے راستے سے ہٹ جاتا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے۔''

''پھر وہی بالکوں جیسی باتیں۔ کرشن کمار...... اب ان باتوں کا سمے بیت چکا ہے۔ یہ فیصلہ تو اب اوش ہوگا کہ دیوی کا مہان سیوک کون ہے۔ پرنتو اس سے پہلے تم سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ تم کس منتر کا

جاپ کر کے میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔"

"وشواس کرو موہن لال کہ مجھے پاربتی کے سوا جیون میں کوئی اور چیز نہیں چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ میں بھٹک جاتا ہوں۔ تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہو۔" میں موہن لال کی بات نظر انداز کر کے بولا۔ "تمہاری طرف سے میرے من میں کوئی کھوٹ نہیں ہے تم تو من کی باتیں پڑھ لیتے ہو۔"

"میں سب کچھ جانتا ہوں کرشن کمار۔" موہن لال نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "تم ایک بار مجھے جل دینے میں سپھل ہو گئے تھے۔ پرنتو اب تمہارا بچاؤ مشکل ہے۔ میں اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔"

موہن لال کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے ہر قیمت پر لڑنے پر آمادہ ہے اور پوری طرح تیار ہو کر آیا ہے۔ میں پوری طرح اس کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس چکا تھا۔ فرار ہونے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ میری عقل جواب دینے جاری تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں اس کے برابر کی شکتی کا مالک ہونے کے باوجود اس سے خوف زدہ تھا۔ بزدلوں کی طرح مارا جانا مجھے منظور نہ تھا۔ سوائے اس کے کوئی دوسرا چارہ نہ تھا کہ میں چار و ناچار مقابلے کے لیے تیار ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے بگڑے ہوئے تیور سے سونا گھاٹ کے پجاری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"موہن لال، تم جانتے ہو کہ ہم دونوں کی لڑائی میں کوئی ایک ضرور مارا جائے گا۔ میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ ایک بار پھر اپنے فیصلے پر غور کر لو۔ کہیں تمہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔"

"اس کی چنتا مت کرو کرشن ...... نا نا نا ...... جب دو بلوان یدھ (جنگ) کرتے ہیں تو وجے (جیت) کیول ایک ہی کی ہوتی ہے۔" موہن لال نے مزاحیہ لہجے میں جواب دیا۔ جیسے مجھے وہ حقیر سمجھ رہا ہو۔ "شیشے کا بال اس سے تک نہیں مٹ سکتا جب تک اسے چکنا چور نہ کر دیا جائے اور اس لیے میں تمہیں کبھی شما نہیں کر سکتا۔"

میں نے پھر کچھ اور نہ سوچا۔ پاربتی کا نام لے کر ایک منتر کا جاپ کیا اور موہن لال کی طرف پھونک ماری۔ موہن لال نے اگر پھرتی سے کام نہ لیا ہوتا تو وہ یقیناً اس غار میں دفن ہو جاتا جو میرے منتروں کے بیروں نے اس کے نیچے پیدا کر دیا تھا۔ بجلی کی طرح وہ چمک کر اچھلا اور زمین میں نمودار ہونے والے غار سے دور ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ میں نے دوسرا وار کیا، تیسرا چوتھا لیکن موہن لال انہیں بھی بچا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کسی منتر کا جاپ کر کے اپنی گردن زور سے جھٹکی۔ میری قسمت اچھی تھی کہ میں نے موہن لال کو گردن جھٹکتے دیکھ کر ہی جست لگائی اور ایک طرف ہو گیا۔ اگر ایک پل کی بھی دیر ہوتی تو میرا جل کر راکھ ہو جانا یقینی تھا۔ موہن لال کے بیر کڑکتی بجلی کی طرح اس جگہ ٹوٹ پڑے تھے جہاں میں کھڑا تھا۔ میں نے جوابی حملہ کیا لیکن موہن لال جواب پوری



طرح محتاط تھا بڑی ہی خوب صورتی سے میرا وار بچا گیا۔

میں تفصیل سے گریز کرتا ہوں ہم دونوں کے درمیان دیر تک آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ مجھے جتنے منتر یاد تھے میں نے ایک ایک کر کے تمام موہن لال پر آزما ڈالے لیکن موہن لال برابر اپنا بچاؤ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ اچانک جوش میں آ گیا اور مجھے شعلہ بار نگاہوں سے گھر کر بولا۔

"کرشن کمار، اور کچھ رہ گیا ہے یاد کر کوئی اور منتر یا پھر میں آرمبھ (شروع) کروں۔"

اس جملے کے ختم ہوتے ہی اس ابلیس صفت شخص نے نہ جانے کیا منتر پڑھ کر پھونکا کہ میری قوت گویائی سلب ہو گئی۔ ساتھ ہی میرے جسم کے اندر جیسے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے جن کی شدت سے نڈھال ہو کر میں زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔ میرا جسم پھنکا جا رہا تھا۔ میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا سا پھیلنے لگا۔ ابھی میں اس کیفیت سے دوچار تھا کہ موہن لال نے گرج کر کہا۔

"کیوں کرشن کمار، اب تم اپنے بچاؤ کے لیے کیا اپائے کرو گے۔"

میری حالت اس قدر ابتر تھی کہ مجھے کچھ بجھائی نہ دیتا تھا۔ میں کسی دم توڑتے ہوئے جانور کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میرے حلق میں جیسے سینکڑوں کانٹے پڑ گئے تھے۔ موت کا تصور میرے کرب میں اضافہ کر رہا تھا۔

"اپنی مہان شکتی سے کام کیوں نہیں لیتے کرشن کمار؟" موہن لال نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اگر دیوتاؤں پر سے وشواس اٹھ گیا ہے تو اپنے پیر، پیغمبروں کو آواز دو شاید وہ اس سمے تمہارے کام آ جائیں۔"

موہن لال کے اس جملے نے میرے ذہن کو تڑپا دیا۔ ایک عرصے بعد مجھے اس بات کا شدت سے خیال آیا کہ کبھی میں مسلمان تھا لیکن اب ہندو بن گیا ہوں۔ میں نے حسرت بھری نظروں سے موہن لال کی سمت دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس وقت نہ تو مجھے پاربتی کا دھیان آیا نہ ہی دیوتاؤں کا خیال ابھرا۔ میں بڑی بے بسی کی حالت سے دوچار زمین پر پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میری جسمانی قوت ہر لحہ جیسی گھٹتی جا رہی تھی۔ موہن لال سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میری کسمپرسی پر اسے روحانی خوشی حاصل ہو رہی ہو۔

"بتاؤ کرشن کمار، میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں جو تم کہو وہی کروں۔" موہن لال نے فاتحانہ انداز میں کہا پھر بڑبڑانے لگا۔ "موت ...... مگر یہ تو کوئی سزا نہ ہوئی ...... ہاں ہاں۔" وہ اچھل کر بولا۔ "میں تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کے بجائے اندھا اور لنگڑا کر کے آزاد کر دوں گا تاکہ تم سارا جیون بھکاریوں کی طرح سنسار میں مارے مارے پھرو۔"

موت کے سرد ہاتھ ہر لمحے اپنا حلقہ میرے لیے تنگ کرتے جا رہے تھے۔ مجھے سونا گھاٹ کے

پجاری کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ موہن لال نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا میں اس کے تصور ہی سے بلبلا اٹھا۔ اس موذی نے میرے لیے جو سزا تجویز کی تھی۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ ایک ہی وار میں مجھے جان سے مار ڈالتا۔ میں چاہتا تھا کہ موہن لال کے آگے ہاتھ جوڑ کر اس سے پرارتھنا کروں کہ وہ مجھے کشٹ دے کر ختم کر دے۔ مجھے اپنی بے چارگی پر بڑا رونا آیا۔ کاش میں اس جھگڑے میں نہ پڑتا۔ میں ایک سیدھا سادہ مسلمان رہتا۔ موت کے اس دردناک وقت میں مجھے اپنا ماضی یاد آیا۔ شروع سے آخر تک کے تمام واقعات۔ مجھے اپنی ماں کا چہرہ نظر آیا۔ اپنے باپ کا...... میری اداس ماں اور غم زدہ باپ! غیر اختیاری طور پر مجھے شدت سے اپنا بچپن یاد آنے لگا۔ میں موہن لال کے دیے ہوئے عذاب میں مبتلا تھا اور بلبلا رہا تھا کہ میرے چاروں طرف مشک اور گلاب کی تیز خوشبو پھیلنے لگی۔ اس کے جھونکے نے مجھے مدہوش کر دیا۔ میرے رگ و پے میں ہونے والی جلن رفتہ رفتہ کم ہونے لگی۔ مجھ پر ایک عجیب سی غنودگی طاری ہونے لگی اور پھر ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

''اٹھو! افضل بیگ، آنکھیں کھولو۔ موہن لال کی گندی قوت میری موجودگی میں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔''

یکلخت مجھے ایسا لگا جیسے میری زائل ہوتی ہوئی قوت دوبارہ میرے جسم میں واپس لوٹ آئی ہو۔ میں ہمت کر کے تیزی سے اٹھا۔ وہ مردانہ اور شفیق آواز کس کی تھی۔ میں یہ نہ جان سکا لیکن یہ دیکھ کر مجھے ضرور حیرت ہوئی کہ سونا گھاٹ کا پجاری پاگلوں کی طرح دیدے پھاڑے چاروں طرف بوکھلا بوکھلا کر دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس نے بڑی خوف ناک اور بلند آواز میں کہا۔

''کرشن کمار، تم جہاں کہیں بھی ہو میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے۔ راکھشش میں اب تمہیں بڑی بے دردی سے ماروں گا۔''

مجھے بڑی حیرت تھی کہ میرے سامنے ہوتے ہوئے بھی موہن لال مجھے دیکھنے سے قاصر ہے۔ معاً مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے دیوی نے اپنے کسی سیوک کو میری سہائتا کے لیے بھیجا ہو۔ مشک اور گلاب کی خوشبو بدستور میرے اطراف پھیلی ہوئی تھی۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں لپک کر مکان سے باہر نکلا اور بے تحاشا بھاگنے لگا۔ مجھے وشواس تھا کہ اب جب کہ پاربتی مجھ پر مہربان ہے، دنیا کی کوئی شکتی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ خوشبو کا جھونکا برابر میرے ساتھ تھا۔ میں منزل کا تعین کیے بغیر دوڑتا رہا اور تیز...... اور تیز۔ اور پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں ہوا میں تیر رہا ہوں۔ میرے ذہن پر غنودگی کا غلبہ طاری ہونے لگا۔

نہ جانے میں کب تک چلتا رہا۔ کتنے دنوں میں بھاگتا رہا۔ میری حالت پاگلوں جیسی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں دم لینے کے لیے رکا تو مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ میں ہفتوں چلتے چلتے بھاگتے



بھاگتے بنارس میں اپنے دوست جواد علی کے گھر کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ میرے ذہن نے کہا کہ یہ سب دیوی کی کرپا کے کارن ہوا ہے۔ میں دل ہی دل میں دیوی کا شکریہ ادا کرتا ہوا جواد علی کے مکان میں داخل ہو گیا۔ جواد اس وقت گھر پر ہی تھا۔ مجھے اچانک دیکھ کر دوڑ کر لپٹ گیا اور بولا۔

''افضل بیگ، تم اس وقت اچانک آ گئے۔ یقین کرو میں اس روز سے بہت مضطرب تھا۔ جس روز پولیس تمہیں گرفتار کر کے لے گئی تھی۔ تمہارا اشارہ پا کر میں چلا تو آیا، لیکن میرا ضمیر برابر مجھے ملامت کرتا رہا۔ تم بتاؤ تمہارے اوپر کیا گزری؟ اس کے بعد میں تمہیں ایک خوش خبری سناؤں گا۔''

''جواد، میں اس وقت بہت زیادہ پریشان ہوں۔ میں ہفتوں سے مسلسل پیدل چل رہا ہوں۔ اس وقت تم مجھ سے کوئی بات مت کرو۔'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔ ''اگر ہو سکے تو میرے نہانے کا بندوبست کر دو۔ میں پاربتی کے لیے ایک جاپ کرنا چاہتا ہوں۔''

''افضل بیگ۔'' جواد نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ''کیا تم نے واقعی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تم ہمیشہ اپنے مذہب سے دور رہو گے۔ میں تمہارا دوست ہوں اور سچی بات کہوں گا کہ مجھے تمہارا یہ روپ قطعاً پسند نہیں۔''

''جواد دھرم کی باتوں کو تم مجھ سے زیادہ نہیں سمجھ سکتے۔ دیوی دیوتاؤں کی شکتی مہان ہے۔''

''مجھے معلوم ہے افضل بیگ کہ تم بہت دور جا چکے ہو لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ تم نے ایک غلط راستے کا انتخاب کیا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں۔ تم بہک گئے ہو افضل بیگ۔ میرے دوست یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

میں مسکرا کر اس کی بات ٹالتا رہا۔ پھر بولا۔ ''ہاں یہ بتاؤ کہ وہ خوش خبری کیا تھی؟''

''افضل بیگ، تمہارے جانے کے بعد کلکتے میں تمہاری بڑی دھوم مچی۔ وہ طوائف تو ریشہ خطمی ہو گئی۔ میں ایک بار تمہاری عدم موجودگی میں اس کے ہاں گیا۔ وہ مجھ سے اس قدر متاثر و مرعوب ہو گئی تھی کہ میں نے جونہی اس سے اس کی زندگی کو چھوڑنے اور اپنے ساتھ شادی کرنے کو کہا، افضل بیگ حیرت ہے، وہ دو تین ملاقاتوں کے بعد تیار ہو گئی اور میں لڑ جھگڑ کر اسے اپنے گھر لے آیا۔ میں نے اس سے نکاح کیا اور اب وہ تمہاری بھابی کی حیثیت سے اس گھر میں موجود ہے۔ اس کی تو زندگی بدل گئی ہے۔ وہ پانچوں وقت نماز پڑھتی ہے اور باقاعدہ پردہ کرتی ہے۔ سچ جانو میری زندگی میں خوشیاں لوٹ آئی ہیں۔ میں اس سے بے حد محبت کرتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے۔ یہ سب تمہاری بدولت ہوا ہے ورنہ میں تو بہت مایوس زندگی گزار رہا تھا۔''

''اچھا تو یہ بڑی حیرت انگیز خبر ہے مگر وہ اس قدر جلد کیسے راضی ہو گئی۔ وہ تو تم سے نفرت کرتی تھی۔''

''ہاں...... مگر پیارے لگن سچی ہو تو سخت سے سخت دل بھی بدل جاتے ہیں۔ میں اس کے پاس گیا اور اس نے اس کی موجودہ زندگی کے برے عواقب کی طرف توجہ دلائی اور کہا تمہارے حسن کی زندگی چند روزہ ہے۔ اس کے بعد اندھیرے تمہارے مقدر میں ہیں۔ بات چونکہ دل سے کہی گئی تھی اس لئے اس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ اپنی سابقہ زندگی پر لعنت بھیج کر میرے ساتھ چلی آئی۔ وہ بہت عظیم ہے افضل بیگ۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ایک عورت کو پابند شرع کیا۔ میں نے اسے مسلمان بنایا اور اب وہ میرے دل کی رانی ہے۔'' جواد نے جوشیلے انداز میں کہا جیسے وہ کوئی مبلغ دین ہو۔

''جواد...... جاپ کے بعد میں بھابی سے ملوں گا۔ تم میرے لیے نہانے کا پہلے بندوبست کر دو۔ اس کے بعد تفصیل سے باتیں ہوں گی اور سنو میرے جاپ میں مخل نہ ہونا۔ چاہے مجھے کتنے دن گزر جائیں۔''

جواد دیر تک مجھے نصیحتیں کرتا رہا لیکن میں نے اس کی کسی بات پر کوئی دھیان نہ دیا۔ پاربتی کی مہان شکتی کے سامنے تمام شکتیاں ہیچ معلوم ہونے لگی تھیں چنانچہ میں نے جواد کی باتوں کو نظر انداز کر کے جلدی سے اشنان کیا اور باہر کی بیٹھک کو اندر سے بند کر کے دیوی کے لیے جاپ شروع کر دیا۔ مجھے وشواس تھا کہ جب تک میں جاپ میں مگن رہوں گا موہن لال میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اس کے علاوہ میں پاربتی کے درشن سے اپنے من کی پیاس بھی بجھانا چاہتا تھا۔ میں کتنے دنوں تک بھوکا پیاسا دیوی کے لیے جاپ کرتا رہا، مجھے یاد نہیں۔ بہر حال جب میں نے جاپ ختم کیا تو طاقت کی عظیم دیوی پاربتی میرے سامنے کھڑی تھی۔ صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی۔ وہی جلال، وہی دبدبہ، وہی تمکنت پاربتی میرے سامنے تھی۔

میں عالم بے خودی میں دیوی کے درشن کر رہا تھا۔ مجھے اس بات پر تعجب تھا کہ پاربتی کے حسین و جمیل چہرے پر وہ پہلے جیسی شگفتگی کیوں نہیں ہے جو میں ہمیشہ دیکھتا تھا۔ اس وقت وہ کسی سوچ میں غرق تھی۔ کچھ دیر تک میرے کمرے میں مکمل خاموشی رہی پھر پاربتی کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی جیسی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں۔ جیسی فضا میں کسی نے موسیقی گھول دی ہو۔

''کرشن کمار، تم نے من کی گہرائیوں سے میرے درشن کی آشا کی تھی اس لیے میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ پرنتو جو کچھ تمہارے بھاگ میں لکھا ہے، وہ اوش پورا ہو گا۔''

''دیوی۔'' میں نے گڑگڑا کر کہا۔ ''تیرا سیوک دھرتی کے سارے کشٹ برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن تیرا ویوگ (جدائی) مجھے منظور نہیں۔ میں تیری بھگتی کو اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔ مجھ پر دیا کرو اور مجھے اپنے چرنوں میں جیون بتانے کی آ گیا ہوں۔ اس کے سوا مجھے اور کچھ نہیں چاہئے۔''

''کرشن کمار۔'' پاربتی نے میری حالت دیکھ کر قدرے نرم لہجے میں کہا۔ ''تمہارے من کے اجلے پن سے میں بہت پرسن (خوش) ہوں پرنتو اب تم میرے استھان پر نہیں رہ سکتے۔''



''دیوی...... دیوی...... ایسا نہ کہہ دیوی۔'' میں نے آگے بڑھ کر پاربتی کے چرن چھونے چاہے تو وہ تیزی سے مجھ سے دور ہو گئی اور کسی قدر روکھی آواز میں بولی۔ ''کرشن کمار، اب تم آزاد ہو۔ جو جی میں آئے کرو۔''

''نہیں دیوی۔ نہیں۔ تجھے شیو جی مہاراج کی سوگند ایسا نہ کہہ۔'' میں نے تڑپ کر کہا۔ ''تیرے کارن میں نے بہت کشٹ اٹھائے ہیں۔ بڑی بڑی کٹھنائیوں کو ہنسی خوشی جھیلا ہے اس لیے نہیں کہ تجھے پانے کے بعد کھو دوں۔''

''بھاگ کا لکھا اٹل ہوتا ہے کرشن کمار۔'' پاربتی نے خشک آواز میں جواب دیا پھر اچانک وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس وقت میری دل پر جو گزری تھی، وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اس خیال سے وحشت ہو رہی تھی کہ اب میں پاربتی کے استھان پر کبھی نہ جا سکوں گا۔ میرا جسم لرزنے لگا۔ میں چیخنے لگا۔ دیوانوں کی مانند۔ میری آنکھوں سے بے تحاشا آنسو رواں تھے۔ میری چیخ و پکار سن کر دروازے پر کسی نے زور سے دستک دینی شروع کر دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ جواد نے مجھے سر سے پاؤں تک لغو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اتنے دنوں تک تم بیٹھک میں بند کیا کرتے رہے؟ میں نے کئی بار دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کوئی جواب نہ ملا اور یہ تم نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے۔ تم رو کیوں رہے ہو۔ تم اپنی بھابی سے بھی نہیں ملے۔''

''مجھے میرے حال پر چھوڑ دو جواد۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔'' میں نے بجھی آواز میں جواب دیا تو جواد چراغ پا ہو گیا۔

''افضل بیگ، اب تک تم نے اپنی من مانی کر لی لیکن اب میں تم کو غلط راستے پر نہیں چلنے دوں گا۔ ایک سچے دوست کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تمہیں غلط راستے پر چلنے سے روکوں۔''

جواد نہ جانے کیا کچھ بکتا رہا۔ میں نے اس کی بات پر کوئی دھیان نہیں دیا اور دیتا بھی کیسے جب کہ پاربتی کے فراق کے تصور نے مجھے نیم مردہ کر دیا تھا۔ میں اپنے خیالوں میں ڈوبا آسمان کو تک رہا تھا کہ جواد کی کربناک چیخ نے مجھے چونکا کر رکھ دیا۔ میں نے اس کی طرف نظریں گھما کر دیکھا تو ششدر رہ گیا۔ جواد دونوں ہاتھوں کو اپنے گلے پر رکھے خوفناک آواز میں چلا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید کرب نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ قبل اس کے کہ میں کچھ سمجھ سکتا، جواد کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ ایک لمحے تک وہ موت سے جان بچانے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا پھر اس کا جسم اکڑ گیا۔ میرا عزیز دوست مر چکا تھا۔ جواد کی بیوی اس کی ہولناک چیخ

سن کر دوڑی ہوئی اندر آئی اور اس کی حالت دیکھ کر بین کرنے لگی۔ وہ مجھ سے بری طرح لپٹ گئی۔

''انہیں کیا ہو گیا، سادھو مہاراج انہیں کیا ہوگا۔'' وہ اپنا سر پیٹنے لگی۔ ''میں انہیں آپ سے لوں گی۔''

میں سکتے کے عالم میں کھڑا اپنے دوست کی لاش کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا کہ ایک گرج دار آواز ابھری۔

''کرشن کمار، اب سنسار کی کوئی شکتی تمہیں میرے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتی۔''

میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو موہن لال اپنے ہیبت ناک چہرے کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ جواد کے اچانک مرنے میں کس کا ہاتھ ہے؟ میرے دوست کا قاتل اس وقت میری نظروں کے سامنے موجود تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے بھول گیا کہ موہن لال دوبار مجھ سے بس کر چکا ہے۔ صرف ایک ہی خیال میرے ذہن میں کچوکے لگا رہا تھا۔ ''موہن لال جواد کا قاتل ہے۔'' میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت تیز ہوگئی۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے بڑی نفرت سے موہن لال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''موہن لال، بلوان کبھی دھوکے سے کسی پر وار نہیں کرتا۔ تم کمینے ہو موہن لال تم نیچ ہو۔ تمہیں میرے بے گناہ دوست پر چوری چھپے حملہ کرتے ہوئے لاج بھی نہ آئی۔ کیا مہان پجاری ایسے ہی اٹھائی گیر ہوتے ہیں۔''

''کرشن کمار، دھیرج سے کام لو۔'' موہن لال نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تمہیں اپنے متر (دوست) کے مرنے سے دکھ پہنچا ہے لیکن گھبراؤ نہیں میں تمہاری آتما کو بھی تمہارے متر کے پاس پہنچائے دیتا ہوں اور اس خوب صورت ویشیا کو بھی جو تمہارا دوست اٹھا کر لے آیا تھا۔ تم تینوں نرکھ میں سکھی رہو گے۔''

''موہن لال، تم پجاری نہیں بلکہ راکھشش ہو...... پاپی...... مہا پاپی۔'' میں تلملا کر بولا پھر میں نے جواد کی بیوی کو اپنے سینے سے ہٹایا اور اسے دوسرے کمرے میں جانے کا حکم دیا۔ ''میں اس سے نمٹتا ہوں۔'' میں نے غصے سے کہا اور آگم بتیال کا ایک منتر پڑھ کر موہن لال کی طرف پھونک ماری جواد کی بیوی لرزتی اور روتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

موہن لال پوری طرح محتاط تھا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ میرے حملے کا کوئی توڑ کر پاتا میرے بیروں نے اسے گھیر لیا اور سر سے بلند کر کے پختہ فرش پر دے مارا۔ موہن لال کی کربناک چیخ سنائی دی تو میں غصے سے اور دیوانہ ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی دوسرا جاپ شروع کر دیا۔ موہن لال زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ قلابازی کھاتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔



میں نے اسے سنبھلنے کی مہلت نہ دی اور تیسرا منتر پڑھ کر پھونکا۔ جس جگہ موہن لال پڑا تھا وہاں کی چھت کا ایک وزنی پتھر ٹوٹ کر نیچے گرا لیکن اتنی دیر میں حیرت انگیز پھرتی سے موہن لال خود کو بچا گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر میرے قریب آیا اور مجھ سے گتھ گیا۔ جسمانی طور پر وہ مجھ سے کہیں زیادہ طاقت ور تھا اس لیے جب اس نے مجھے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑا تو مجھے یوں لگا جیسے میری پسلیاں چٹخ رہی ہوں۔ سانس سینے میں گھٹنے لگا۔ وہ منتر کو چھوڑ کر جسمانی جنگ پر اتر آیا تھا۔ اسے وشواش تھا کہ اس طرح وہ مجھے پچھاڑ کر رکھ دے گا لیکن یہی اس کی بھول تھی۔ جس سے میں نے فائدہ اٹھایا اور ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے بیروں نے خطرناک صورتوں میں نمودار ہو کر موہن لال پر پشت سے اتنا شدید حملہ کیا کہ وہ بلبلا اٹھا مگر فوراً ہی پلٹ کر اس نے میرے حملے کا توڑ کر دیا۔

میرے بیر ایک ایک کر کے ختم ہونے لگے۔ موہن لال غضب ناک انداز میں کسی شیر کی طرح دہاڑ رہا تھا۔ جواد کی موت نے مجھے اس قدر متاثر کیا تھا کہ میں بھی اپنے آپے میں نہیں تھا۔ میں نے ابھی اس کی نوجوان بیوی کی آہ و زاری دیکھی تھی۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب موہن لال سے دوٹوک فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

ایک آخری معرکہ۔ چنانچہ میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹان کی مانند جما کھڑا رہا۔ موہن لال میرے بیروں کو ٹھکانے لگانے کے بعد میری سمت پلٹا تو میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''موہن لال، تم نے میرے عزیز دوست کو دھوکے سے مار کر پجاریوں کے نام پر کلنک کا ٹیکا لگایا ہے۔ یوں بھی جھگڑا میرا اور تمہارا تھا نہ کہ میرے دوست کا۔ اب تک میں تم سے اس لیے دور بھاگتا رہا کہ مجھے دیوی کے سوا کسی اور بات کی چنتا نہیں تھی۔ پرنتو اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔'' میں نے دانت کچکچا کر کہا۔

''کرشن کمار، میری آشا بھی یہی ہے کہ ہم دونوں میں سے ایک زندہ رہے۔ پرنتو یاد رکھو۔ وجے اسے پراپت ہوگی جو تجربہ کار ہوگا۔ تم مہان ہو پر ابھی بالک ہو۔''

موہن لال کے اس جملے نے مجھے چونکا دیا۔ میں بظاہر اسے گھورتا رہا لیکن دل ہی دل میں میں نے ایک ایسے منتر کا جاپ کر کے اپنے گرد حصار کر لیا جس کے اندر سونا گھاٹ کے پجاری کی شکتی اور اس کے بیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ چند لمحے تک موہن لال مجھے خونخوار نظروں سے دیکھتا رہا پھر حقارت سے بولا۔

''کیا وچار ہے کرشن کمار، کیا تمہیں اپنی جیت کا وشواس نہیں ہے؟''

''غلط سوچ رہے ہو تم۔'' میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ ''تمہاری طرح اگر میرے ذہن میں بھی کھوٹ ہوتا تو میں تمہیں اسی سے ٹھکانے لگا دیتا جب تم میرے بیروں سے لڑ رہے تھے۔ پرنتو دھوکا

دے کر مارنا بلوانوں کو شوبھا نہیں دیتا۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے تم اپنے جنتر منتر آزمالو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ زیادہ تجربہ کار کون ہے۔''

''آگے بڑھو کرشن کمار۔'' موہن لال زہر خند سے بولا لیکن میں نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بڑی سنجیدگی سے اس کی سرخ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''تم مجھ پر وار کرنے سے جھجک کیوں رہے ہو؟ آج فیصلے کا دن ہے موہن لال تم یا میں۔''

موہن لال میرا جملہ سن کر بھڑک اٹھا اور میں یہی چاہتا تھا کہ وہ غصے میں آپے سے باہر ہو جائے۔ ایسی صورت میں ظاہر تھا کہ وہ اناپ شناپ حرکتیں کرتا جس کا توڑ میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ چنانچہ جب موہن لال نے غصے میں پہلا وار کیا تو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ موہن لال نے تلملا کر دوسرا منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا۔ اس کے منتر کے خطرناک بیر نمودار ہو کر میری طرف لپکے لیکن حصار سے ٹکرا کر بھسم ہو گئے۔ موہن لال چونکہ شدید غصے کی حالت میں تھا اس لیے منڈل (حصار) کے امکانات پر غور کرنے کے بجائے یہی سمجھ بیٹھا کہ میں بھی کسی جنتر منتر کے زور سے اس کے حملے کا توڑ کر رہا ہوں چنانچہ وہ جھلا کر اور جلد بازی میں مجھ پر پے در پے وار کرنے لگا لیکن اسے اپنے مقصد میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مجھے اس وقت جہاں اس بات کی خوشی تھی کہ سونا گھاٹ کا پجاری میرے مقابلے میں کمزور پڑ رہا تھا وہاں اس بات کا افسوس بھی ہو رہا تھا کہ میں نے پہلے حصار والے نسخے کو کیوں نہیں آزمایا۔ بہرحال میں اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا رہا۔ موہن لال جب اپنے سارے منتر آزما چکا تو میں نے اسے مزید تاؤ دلانے کے لیے مسکرا کر کہا۔

''کیوں موہن لال، اب کیا وچار ہے تمہارا۔ میری ناتجربہ کاری تم نے دیکھی۔ اب تو تمہیں اپنے چیلے پر مان کرنا چاہیے۔''

موہن لال چپ چاپ کھڑا جواب دینے کے بجائے مجھے زہر پاش نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس وقت وہ شدید غصے کی حالت سے دوچار تھا۔ اس کا بدن کپکپا رہا تھا۔ میں نے اس کی ہنسی اڑاتے ہوئے کہا۔

''مہاراج، اپنے ہونٹوں کو کیوں کشٹ دے رہے ہو، مانا کہ تم گرو ہو کر اپنے چیلے سے ہار تسلیم کر رہے ہو۔ تم نے تو اپنا سارا جیون دیوی دیوتاؤں کی سیوا کرنے میں تیاگ دیا ہے۔ لاکھوں جنتر منتر اور بیر بلاؤں کے مالک ہو پھر یہ تمہارے چہرے پر ناکامی کا راج کس لیے مہاراج۔ یہ نراشا کیوں موہن لال جی مہاراج۔''

موہن لال نے تڑپ کر پھر مجھ پر حملے کرنے شروع کر دیے لیکن میں چونکہ حصار میں تھا اس لیے اس بار بھی موہن لال کے سارے منتر بیکار گئے۔ معاً خیال آیا کہ دشمن کے ساتھ رعایت برتنا دانش



مندی کے منافی ہے۔ میرا مقابلہ اس وقت کسی معمولی پنڈت یا پجاری سے نہیں بلکہ سونا گھاٹ کے مہاراج پجاری سے تھا۔ وہی موہن لال جس نے مجھے ایک عرصے تک جسمانی اور روحانی اذیتوں سے دوچار رکھا تھا۔ جو مردہ جسموں میں بھی آتما ڈالنے کی شکتی رکھتا تھا۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی میں نے تیور بدل کر اسے مخاطب کیا۔

''بس بس..... بہت ہو چکا مہاراج..... تمہاری جھولی میں جو کچھ تھا تم اسے آزما چکے ہو اب میری باری ہے۔''

اتنا کہہ کر میں نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے بیروں نے اس ہٹے کٹے پجاری کو اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ موہن لال تڑپ کر اٹھا لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کوئی توڑ کرتا میں نے دوسرا حملہ کر دیا۔ موہن لال میرے پہلے منتر کا توڑ کر ہی رہا تھا کہ دوسرے حملے نے اسے بے بس کر دیا۔ وہ تیورا کر زمین پر گرا۔ اس کی ناک اور منہ سے خون کا فوارا ابل پڑا۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تیسرا حملہ کیا۔ موہن لال پر دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش شروع ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ میرے بیروں سے نجات نہیں حاصل کر سکے گا لیکن موہن لال نے زمین پر لوٹتے نہ جانے کیا منتر پڑھا کہ ایک لمحے کے لیے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی میرے بیر بھی غائب ہو گئے۔

میں ایک لمحے تک ششدر کھڑا رہا۔ موہن لال کے غائب ہو جانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ وقتی طور پر مجھ سے ڈر کر بھاگ گیا ہے لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ آئندہ بھی مجھ سے خوف زدہ رہے گا چنانچہ فوری طور پر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے جتنی جلد ممکن ہو سکے ٹھکانے لگا دیا جائے مبادا وہ کوئی تیاری کر سکے۔ اپنے حصار سے میں باہر اس لیے نہیں نکلا کہ مجھے شبہ تھا کہ کہیں موہن لال کو منڈل کا راز نہ معلوم ہو گیا ہو اور وہ کہیں قریب ہی چھپا اس بات کا منتظر ہو کہ میں حصار سے باہر آؤں اور وہ مجھ پر بھرپور حملہ کر سکے۔ حالات کا تقاضا یہی تھا کہ میں حصار سے باہر آنے سے پیشتر یہ معلوم کر سکوں کہ موہن لال کہاں موجود ہے۔ چنانچہ میں نے پاربتی کا شبھ نام لے کر ایک منتر کا جاپ کیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

آنکھیں بند کرتے ہی کچھ دیر تک اندھیرا طاری رہا تاریکی کے بادل چھٹے تو میں نے دیکھا کہ موہن لال بنارس ہی میں گنگا کے کنارے بیٹھا اپنے زخم دھونے میں مصروف ہے۔ اس کے چہرے پر اس وقت غضب ناک تاثرات موجود تھے۔ وہ اپنے آپ میں محو تھا لیکن جیسے ہی میرے اور اس کے درمیان اندھیرے چھٹے وہ یوں چونکا جیسے کسی بچھو نے اسے ڈنک مار دیا ہو۔

''موہن لال.....'' میں نے اپنی ماورائی قوت بروئے کار لاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ ''کیا تمہیں اس بات پر وشواس ہے کہ تم زیادہ دنوں تک میرے کشٹ سے مکتی حاصل کر سکو گے؟''

جواب دینے کے بجائے موہن لال نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو ہمارے درمیان اندھیرا اچھل

گیا۔ مجھے ایک بار پھر بڑی شدت سے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ اگر میں نے اسے مخاطب کرنے کی بجائے خاموشی سے جالیا ہوتا تو اپنے مقصد میں با آسانی کامیاب ہو سکتا تھا لیکن اسے چوکنا کر کے مجھ سے یقیناً بھول ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک میں اپنے کیے پر پچھتاتا رہا پھر میں حصار سے باہر آیا اور اس سمت چل دیا جہاں میں نے موہن لال کو دیکھا تھا مگر جیسا کہ مجھے یقین تھا موہن لال مجھے وہاں نہیں ملا۔ میں نے ایک بار پھر وہی عمل کیا جس کے ذریعے موہن لال کو دیکھ چکا تھا حالانکہ مجھے قطعی امید نہیں تھی کہ میں اپنے ارادے میں کامیاب ہو سکوں گا لیکن یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ میرا عمل ضائع نہیں ہوا۔ موہن لال اس وقت پرانے مندر میں بیٹھا کسی جاپ میں مصروف تھا۔ میں نے مندر کے جائے وقوع پر غور کیا پھر فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ اب میں پوری طرح سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے ٹکرانے کا ارادہ کر کے اس مندر کی طرف چل دیا۔

جس وقت میں مندر کے دروازے پر پہنچا اس وقت بھی موہن لال اپنے جاپ میں مگن تھا۔ میں نے خاموشی سے شیو جی مہاراج کا شبھ نام لے کر دہی منڈل اپنے گرد قائم کیا جس کے اندر سنسار کی کوئی شکتی میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی تھی۔ خود کو محفوظ کرنے کے بعد میرا جی چاہا کہ ایک ہی وار میں موہن لال کا کام تمام کر دوں مگر میرا ضمیر اس پر آمادہ نہ ہوا چنانچہ میں نے موہن لال کو للکار کر سرد لہجے میں کہا۔

''اٹھو مہاراج، تمہارا برا سمے آچکا ہے۔ اب کوئی جاپ یا جنتر منتر تمہارے کام نہیں آئے گا۔''

موہن لال میری آواز سن کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اس کی آنکھوں سے شعلے ابل رہے تھے۔ پتلیوں کے اندر گندے بیروں کا شیطانی رقص جاری تھا۔ وہ مجھے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے اپنی برتری کا احساس دلانے کی خاطر کہا۔

''کیا دیکھ رہے ہو مہاراج۔ میں وہی کرشن کمار ہوں جس کو تم نے اندھا اور لنگڑا کر کے سنسار میں بھیک مانگنے پر مجبور کر دینے کے سپنے دیکھے تھے۔''

''کرشن کمار۔'' موہن لال کسی خون آشام درندے کی طرح چیخ اٹھا۔ ''میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ دیوتاؤں کی آتما بھی تڑپ اٹھے گی۔ میں نے تجھ جیسے پاپی پر اب تک دیا کر کے بھول کی تھی پرنتو اب دیوی کی شکتی بھی تجھے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتی۔''

موہن لال غصے میں اناپ شناپ بکتا رہا۔ اس نے دیوی کو بھی برا بھلا کہہ ڈالا۔ میں جو دیوی کا سچا سیوک تھا موہن لال کی باتوں کو برداشت نہ کر سکا اور آگ بگولا ہو کر میں نے ایک منتر پڑھ کر اس کی جانب پھونک دیا۔ میرا پھونکنا تھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری اچھل کر سر کے بل نیچے گرا اور کربناک انداز میں دہاڑنے لگا۔ پیشتر اس کے کہ وہ اپنے بچاؤ کا کوئی اوپائے کرتا میں نے دوسرا وار کیا۔ موہن لال پر دہکتے شعلوں کی بارش شروع کر دی۔ اس کی دلدوز چیخیں سن کر میرا دل بھی لرز اٹھا۔ کچھ دیر بعد شعلوں کی بارش



ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری مندر کی ناہموار زمین پر پڑا پچھاڑیں کھا رہا تھا۔ اس کے تمام جسم پر کوڑھ کے دھبے نمودار ہو گئے تھے جن سے مواد اور پیپ بہہ رہی تھی۔ مندر میں تعفن پھوٹ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اس قدر کریہہ ہو گیا تھا کہ میں نے جلدی سے اپنی نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں۔ ٹھیک اسی وقت موہن لال کی دردناک آواز ابھری۔

''کرشن کمار، مجھے شما کر دو۔ میں ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتا ہوں کہ اپنا کشٹ واپس لے لو۔ میں تم سے دیا کی بھکشا مانگتا ہوں۔ تم سچ مچ مہان ہو۔ میں دیوی کی سوگندھ کھا کر وچن دیتا ہوں کہ اب سدا تم کو گرو سمجھوں گا۔ سارا جیون تمہارے پوتر چرنوں کو دھو دھو کر پیوں گا۔ میں تمہیں شیو جی مہاراج کی مہان شکتی کا واسطہ دیتا ہوں اپنا شراپ واپس لے لو۔''

موہن لال مجھ سے گڑگڑا کر رحم کی درخواست کر رہا تھا لیکن میرے کان جیسے بہرے ہو چکے تھے۔ مجھے وہ تمام اذیتیں یاد تھیں جو اس بدبخت شخص نے مجھے پہنچائی تھیں اس کے علاوہ مجھے یہ خیال بھی تھا کہ موہن لال کے مر جانے کے بعد میں پاربتی کا تنہا سیوک رہ جاؤں گا اور اپنی شکتی سے جو چاہوں گا کروں گا۔ سونا گھاٹ کے پجاری کے قول و فعل کا بھی مجھے مطلق اعتبار نہیں تھا اس لیے میں نے اس کی بنتی پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ البتہ اسے کرب میں دیکھ کر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے تکلیف سے نجات دلا دوں۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں نے ایک منتر پڑھ کر اس کی جانب پھونک دیا۔ موہن لال کے حلق سے ابھرنے والی چیخ اتنی دردناک اور بھیانک تھی کہ دھرتی تک لرز اٹھی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری مرضی کے عین مطابق تھا۔ سونا گھاٹ کا پجاری ایک لمحے تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا پھر اس کا جسم اکڑ کر ٹھنڈا پڑ گیا اس کی آتما اس کے شریر سے اپنے سارے سمبندھ (رشتے) توڑ چکی تھی۔

میں نے موہن لال کی لاش پر آخری نظر ڈالی پھر مندر سے باہر آ گیا۔ اپنی جیت پر جتنا بھی گھمنڈ کرتا کم تھا۔ میں نے ایسے موذی کو مارا تھا جس نے دیوی دیوتاؤں کی سیوا میں اپنا جیون تیاگ دیا تھا۔ اس کی موت کے بعد میں اب آزاد تھا۔ اب دھرتی پر کوئی ایسا بلوان نہیں بچا تھا جو میری شکتی سے ٹکرانے کی ہمت کر سکتا۔ اب کوئی میرا دشمن نہیں تھا۔ میرے راستے کی تمام رکاوٹیں ختم ہو چکی تھیں۔ میں ہر طرح سے آزاد تھا۔ دیوی اور شیو جی مہاراج کے علاوہ سارا سنسار اب میری مٹھی میں تھا۔ میں جسے چاہتا اپنی پلکوں کی ایک جنبش سے تہس نہس کر سکتا تھا۔

موہن لال کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں سیدھا جواد علی کے مکان پر واپس آیا۔ میری کامیابی میں جواد غریب کی موت کو سب سے زیادہ دخل تھا۔ موہن لال نے میرے بے قصور دوست کو مار کر میری غیرت کو للکارا تھا۔ جواد علی کے گھر پہنچ کر میں خاموش کھڑا بڑی دیر تک اس کی لاش کو عقیدت بھری نظروں

سے دیکھتا رہا اور اس کی نوجوان بیوی کو صبر کی تلقین کی۔

وہ بار بار بے ہوش ہوئی جاتی تھی۔ میں نے اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیا کہ وہ عدت کے بعد ہی یہاں سے جا سکتی ہے۔ وہ اپنے شوہر سے کس قدر محبت کرتی تھی، اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اس نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر جواد کو اپنایا تھا۔ وہ خوشی کے چند دن ہی دیکھ سکی۔ میں نے اسے کافی رقم دی اور کہا کہ میں سونا گھاٹ سے واپس آؤں گا تو اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ ماتمی لباس میں اس کا سوگوار حسن مجھے تڑپائے ڈالتا تھا۔ میں خود کو مجرم سمجھ رہا تھا۔ میں نے چپ چپاتے جواد کی تجہیز و تکفین کرائی اور سونا گھاٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں وہاں کے پنڈت اور پجاریوں کو باور کرانا چاہتا تھا کہ موہن لال جسے وہ اپنا مہان دیوتا اور نجات دہندہ سمجھتے تھے میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکا ہے۔

سونا گھاٹ پہنچ کر فاتحانہ انداز میں، میں اسی پرانے مندر میں گیا جسے موہن لال نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا۔ مندر کے بڑے پجاری کو میں نے موہن لال کی موت کی خبر سنائی تو وہ یوں آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا جیسے اسے میرے بیان پر یقین نہ آیا ہو۔

''میری بات کا وشواس کرو پجاری۔ موہن لال اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔'' میں نے پجاری سے سخت لہجے میں کہا تو وہ جھرجھری لے کر بولا۔

''مہاراج، میں تمہاری بات پر وشواس کر لیتا ہوں پرنتو یہاں کے دوسرے پنڈت اور پجاری کبھی نہ مانیں گے۔''

''اچھا۔'' میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''تم آج سورج ڈھلنے کے بعد سونا گھاٹ کے تمام پنڈت پجاری اور دھرماتماؤں کو اکٹھا کر لو۔ میں ان مورکھوں کو بتاؤں گا کہ وہ اب تک جسے مہان سمجھ کر جس کی پوجا کرتے تھے، وہ مر چکا ہے۔''

مندر کا بوڑھا پجاری خاموشی سے میرے سامنے سے چلا گیا۔

موہن لال کی موت کی خبر نے سونا گھاٹ کی بنیادیں تک ہلا دیں۔ کسی کو اس بات پر یقین نہیں آیا تھا کہ میں نے موہن لال کو شکست دی ہو گی بہرحال بڑے پجاری کے کہنے پر سورج غروب ہوتے ہی بڑے مندر کے وسیع و عریض چبوترے پر سارے پنڈت پجاری اور سادھو جمع ہو گئے۔ مندر کے سامنے لوگوں کا ہجوم کھڑا تھا۔ بڑے پجاری نے جب مجھے بتایا کہ میرے حکم کی تعمیل ہو چکی ہے تو میں بڑی شان سے سینہ تانے پرانے تہ خانے سے باہر آیا جہاں موہن لال کی موت پر چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں لیکن میری صورت دیکھتے ہی جیسے ان سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ مجمع پر گہرا سناٹا طاری ہو گیا مگر ان نگاہوں میں میرے لیے نفرت و حقارت کا جذبہ جھلک رہا تھا۔



میں مجمع پر سرسری نظر ڈالتا ایک اونچے مقام پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے مختصر الفظوں اور پُر اثر انداز میں موہن لال کی موت کے بارے میں انہیں بتایا تو چبوترے پر موجود پجاریوں اور پنڈتوں میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ چند منٹ تک کوئی کچھ نہ بولا پھر ایک عمر رسیدہ پجاری آگے بڑھا اور میرے سامنے آ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

''مہاراج، تم نے جو کچھ کہا ہم نے سن لیا لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ موہن لال جی مہاراج کا خاتمہ ہو چکا ہے۔''

میں نے سن رسیدہ پجاری کو حقارت بھری نظروں سے دیکھا۔ اس کی گستاخی پر میرا جی چاہا کہ میں اسے بھسم کر دوں لیکن اس خیال سے کہ میرا اور اس کا بھلا کیا مقابلہ، میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد میں نے ایک منتر کا جاپ شروع کر دیا۔ جتنی دیر تک میں جاپ کرتا رہا مجمع پر سکوت طاری رہا پھر اس وقت مجمع میں کھلبلی مچ گئی جب اچانک انہوں نے موہن لال کی لاش کو چبوترے پر اپنے درمیان پڑا پایا۔ میرے منتر کے بیر پلک جھپکتے میں موہن لال کی لاش کو بنارس سے سونا گھاٹ اٹھا لائے تھے۔

پنڈت، پجاری اور سادھوؤں کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔ ان کی پتھرائی ہوئی نظریں موہن لال کی اکڑی ہوئی لاش پر جمی ہوئی تھیں۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی پھر تمام پجاریوں اور پنڈتوں نے آگے بڑھ کر مجھے گھیر لیا اور میرے نام کی جے جے کار شروع ہو گئی۔ میں ایک فاتح کی حیثیت سے سر بلند کئے ان نعروں کو سنتا رہا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے دھرتی پر رینگنے والے یہ حقیر پنڈت اور پجاری میری مہان شکتی سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ چند لمحے تک میں خاموش کھڑا ان کے نعروں کو سنتا رہا پھر ان پر نفرت و حقارت کی نظر ڈالتا ہوا تہ خانے میں واپس گیا۔ پنڈت پجاریوں نے میری آ گیا حاصل کر کے سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری موہن لال کی ارتھی کو مرگھٹ لے جا کر چتا کے حوالے کر دیا۔

جواد کی بیوی کی عدت کی مدت پوری ہونے تک میں سونا گھاٹ میں رہا۔ سونا گھاٹ کے باسی میرے درشن کو جوق در جوق آنے لگے۔ میں پھر وہاں سے روانہ ہو کر دوبارہ بنارس آ گیا۔ جہاں جواد کی بیوی اپنے شوہر کے غم میں مسلسل نوحہ خواں تھی۔ میں نے اپنے بیروں کے ذریعے اس کے لیے ہر آسائش و آرام کا انتظام کیا۔ میں اس کے لیے اور کیا کر سکتا تھا۔ وہ میری توجہ اور شفقت سے بہت متاثر معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اس کے لیے اتنے روپوں کا انتظام کر دیا تھا کہ وہ تا زندگی خوش حال رہے۔ میں اس کے ساتھ نہیں رہتا تھا لیکن اس کے پاس ملازموں کی ایک فوج تھی۔ میں اکثر اسے دیکھنے جاتا تھا۔ ان کاموں سے نمٹنے کے بعد میں نے کالی کے مندر میں بیٹھ کر شیو شنکر اور پاربتی کے لیے جاپ کیا۔ جاپ پورا کرنے کے بعد میں ایک عرصے تک مختلف شہروں کے چکر لگاتا رہا۔ اس درمیان میں، میں نے بے شمار ایسے لوگوں کو سخت سزائیں دیں جو دوسروں کو پریشان کرتے تھے۔ بہت سے ایسے پجاریوں کو جہنم